ابوالکلام آزاد

ناشر

شاہین بک سینٹر ڈی-۱۰۲- ویلکم سلیم پور
دہلی ۱۱۰۱۵۳

عید الفطر

۱۵ ستمبر ۱۹۱۲ء

تصنیف :- مولانا ابوالکلام آزاد

قیمت : سات روپیہ

سول ایجنٹ

چمن بکڈپو 205 گلی گڑھیا مٹیا محل دہلی۔ 6

دنیا کی ہر قوم کے لئے سال بھر میں دو چار دن ایسے ضرور آتے ہیں جن کو وہ اپنے کسی قومی جشن کی یادگار سمجھ کر عزیز رکھتی ہے اور قوم کے ہر فرد کے لیے ان کا درود عیش و نشاط کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

مسلمانوں کا جشن اور ماتم، خوشی اور غم، مرنا اور جینا جو کچھ تھا خدا کے لیے تھا۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

کہہ دے کہ میری نماز، میری تمام عبادت، میرا مرنا، میرا جینا جو کچھ ہے اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں

اوروں کا جشن و نشاط لذائذ دنیوی کے حصول اور خواہشوں کی کامجوئیوں میں تھا، مگر ان کے ارادے مشیئت الٰہی کے ماتحت اور خواہشیں رضائے الٰہی کی محکوم تھیں۔ ان کے لئے سب سے بڑا ماتم یہ تھا کہ دل اس کی یاد سے غافل اور زبان اس کے ذکر سے محروم ہو جائے۔ اور سب سے بڑا جشن یہ تھا کہ سر اس کی اطاعت میں جھکے

عید آمد و افزود غمم را غم دیگر
ماتم زده را عید بود ماتم دیگر

اسی مہینے کے آخری عشرے میں سب سے پہلے انہیں وہ نور صداقت اور کتاب مبین دی گئی۔ جس نے انسانی معتقدات و اعمال کی تمام ظلمتوں کو دور کیا اور ایک روشن اور سیدھی راہ دنیا کے آگے کھول دی۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ وَّکِتَابٌ مُّبِینٌ یَّھْدِی بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلَامِ

بے شک خدا کی طرف سے تمہارے پاس (قرآن) ایک روشنی اور کھلی کھلی ہدایت بخشنے والی کتاب آچکی ہے۔ اللہ اس کے ذریعے اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی کی راہوں پر ہدایت کرتا ہے۔

انسانی ضمیر کی روشنی، جب ظلمت اور ضلالت سے چھپ گئی تھی، فطرت کے حسن اصلی پر جب انسان نے بداعمالیوں کے پردے ڈال دیئے تھے، قوانین الٰہی کا احترام دنیا سے اٹھ گیا تھا، اور طغیان و سرکشی کے سیلاب میں خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں۔

ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ

خشکی اور تری دونوں میں انسانوں کے اعمالِ بد کی وجہ سے فساد پھیل گیا۔

اس وقت یہ پیغام صداقت دنیا کے لئے نجات اور ہدایت کی ایک بشارت بن کر آیا، اس نے جہل و باطل پرستی کی غلامی سے دنیا کو دائمی نجات دلائی اضلال

ہوں اور زبان اس کی حمد و تقدیس سے لذت یاب ہو۔

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ،

ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لائے ہیں کہ جب ان کو وہ یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور وہ کسی طرح کا تکبر و بڑائی نہیں کرتے رات کو جب سوتے ہیں تو ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور امید و بیم کے عالم میں کروٹیں لے کر اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

ان کو پیش گاہ الٰہی سے طاعت و شکر گزاری کے جشن کے لیے دو دن ملے تھے۔ پہلا دن (عید الفطر) کا تھا۔ یہ اس ماہ مقدس کے اختتام اور افضال الٰہی کے دور جدید کے اولین یوم کا جشن تھا جس میں سب سے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام سے ان کو مخاطب فرمایا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

رمضان کا مہینہ، جس میں قرآن کریم اوّل اوّل نازل کیا گیا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ
اور تم جانتے ہو لیلۃ القدر کیا ہے؟
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ
وہ ایک ایسی رات ہے جو دنیا کے ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے۔

یہی رات تھی جس میں ارضِ الٰہی کی روحانی اور جسمانی خلافت کا ورثہ ایک قوم سے لے کر دوسری قوم کو دیا گیا اور یہ اس قانونِ الٰہی کے ماتحت ہوا۔ جس کی خبر (داؤد) علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ
اور ہم نے (زبور) میں پند و نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ بے شک زمین کی خلافت کے ہمارے صالح بندے وارث ہوں گے۔

اس قانون کے مطابق دو ہزار برس تک (بنی اسرائیل) زمین وراثت پر قابض رہے اور خدا نے ان کی حکومتوں، ان کے ملکوں اور ان کے خاندان کو تمام عالم پر فضیلت دی۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝
اے بنی اسرائیل! ان نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے تم پر انعام کیں اور (نیز) ہم نے تم کو اپنی خلافت دے کر تمام عالم پر فضیلت بخشی۔

ونعائم الٰہیہ کے فتحیاب کا مژدہ سنایا۔ نئی عمارت گو خود نہیں بنائی مگر پرانی عمارتوں کو ہمیشہ کے لیے مضبوط کر دیا، نئی تعلیم گو نہیں لایا، لیکن پرانی تعلیموں میں بقائے دوام کی روح پھونک دی۔ مختصر یہ ہے کہ فطرت اور نوامیس فطرت کی گم شدہ حکومت پھر قائم ہو گئی۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہو سکتا یہی (راہ فطرت) دین کا سیدھا راستہ ہے مگر اکثر آدمی ہیں جو نہیں سمجھتے۔

یہی مہینہ تھا جس میں دنیا کے روحانی نظام پر ایک عظیم الشان انقلاب طاری ہوا۔ اسی مہینے میں وہ عجیب و غریب رات آئی تھی جس نے اس انقلاب عظیم کا ہمیشہ کے لیے ایک اندازہ صحیح کر کے فیصلہ کر دیا تھا اور اس لیے وہ لیلۃ القدر تھی۔ اس کی نسبت فرمایا کہ وہ گزشتہ رسولوں کے ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ کیونکہ ان مہینوں کے اندر دنیا کو جو کچھ دیا گیا تھا وہ سب کچھ مع خدا کی نئی نعمتوں اور عطا کردہ فضیلتوں کے اس رات کے اندر بخش دیا گیا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ

قرآن کریم نازل کیا گیا لیلۃ القدر میں

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل بھی اچھے کئے خدا کا ان سے وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت بخشے گا۔ جس طرح ان سے پیشتر قوموں کو اس نے بخشی تھی۔

یہ اس لیے ہوا کہ زمین کی وراثت کے لیے "عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ" کی شرط لگا دی تھی۔ بنی اسرائیل نے خدا کی نعمتوں کی قدر نہ کی۔ اس کی نشانیوں کو جھٹلایا، اس کے احکام سے سرتابی کی، اس کی بخشی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کو اپنے نفس ذلیل کی بتلائی ہوئی چیزوں سے بدل دینا چاہا۔

اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ ہُوَ اَدۡنٰی بِالَّذِیۡ ہُوَ خَیۡرٌ ؕ

خدا کی دی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کے بدلے تم ایسی چیزوں کے طالب ہو جو ان کے مقابلے میں نہایت ادنیٰ ہیں۔

خدائے قدوس کی زمین کثافت اور گندگی کے لیے نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چن لیتا ہے تاکہ اس کی طہارت کے لیے کوشاں ہوں، لیکن جب خود ان کا وجود زمین کی طہارت و نظافت کے لیے گندگی ہو جاتا ہے، تو غیرتِ الٰہی اس بار آلودگی سے اپنی زمین کو ہلکا کر دیتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے عصیاں و تمرد سے ارضِ الٰہی کی طہارت کو جب داغ لگا دیا۔

یہی مہینہ اور یہی لیلۃ القدر تھی جس میں اس الٰہی قانون کے مطابق نیابت الٰہی کا ورثہ (بنی اسرائیل) سے لے کر (بنی اسماعیل) کو سپرد کیا گیا۔ وہ پیمان محبت جو خداوند نے بیابان میں (اسحاق) سے باندھا تھا، وہ پیغام بشارت جو (یعقوب) کے گھرانے کو کنعان سے ہجرت کرتے ہوئے سنایا گیا تھا، وہ الٰہی رشتہ جو (کوہ سینا) کے دامن میں خدائے ابراہیم و اسحاق نے (بزرگ موسیٰ) کی امت سے جوڑا تھا۔ اور سرزمین فراعنہ کی غلامی سے ان کو نجات دلائی تھی، خدا کی طرف سے نہیں، بلکہ خود ان کی طرف سے توڑ دیا گیا تھا۔ (داؤد) کے بنائے ہوئے (ہیکل) کا دور عظمت ختم ہو چکا تھا اور وہ وقت آگیا تھا کہ اب (اسماعیل) کی چنی ہوئی دیواروں پر خدا کا تخت جلال و کبریائی بچھایا جائے۔ یہ نصب و عزل عزت و ذلت، قرب و بعد اور ہجر و وصال کی رات تھی جس میں ایک محروم اور دوسرا کامیاب ہوا، ایک کو دائمی ہجر کی سرگشتگی اور دوسرے کو ہمیشہ کے لیے وصل کی کامرانی عطا کی گئی، ایک کا بھرا ہوا دامن خالی ہو گیا مگر دوسرے کی آستین افلاس سے بھر دی گئی، ایک پر قہر و غضب کا عذاب نازل ہوا۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ، وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔	بنی اسرائیل کو (ان کی نافرمانیوں) کی سزا میں ذلت اور محتاجی میں مبتلا کر دیا گیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے غضب میں آ گئے

لیکن دوسرے کو اس محبت کے خطاب سے سرفراز کیا۔

لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ کی عمدہ رزق تمہارے لیے مہیا کردیا اور یہ اس لیے تھا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

مگر یہ عید الفطر کا جشن ملّی! یہ درود ذکر و رحمت الٰہی کی یادگار! یہ سر بلندی و افتخار کی بخشش کا یادآور! یہ یوم کامرانی و فیروزی و شادمانی اس وقت تک عیش و سرور کا دن تھا، جب تک ہمارے سر تاج خلافت سے سربلند ہونے کے لیے، اور جسم خلعت نیابت سے مفتخر ہونے کے لیے تھے۔ عزت و عظمت جب ہمارے ساتھ تھی اور اقبال و کامرانی ہمارے آگے دوڑتی تھی۔ خدا کی نعمتوں کا ہم پر سایہ تھا، اور اللہ کی بخشی ہوئی خلافت کے تخت جلال پر متمکن تھا، لیکن اب ہمارے اقبال و کامرانی کا تذکرہ صرف صفحات تاریخ کا ایک افسانہ ماضی رہ گیا ہے۔

دنیا کی اور قومیں ہمارے لیے وسیلہ عبرت تھیں لیکن اب خود ہمارے اقبال و ادبار کی حکایت اوروں کے لیے مثال عبرت ہے۔ ہم نے خدا کی دی ہوئی عزت و کامرانی کو ہوائے نفس کی تباہی ہوئی راہ مذلت سے بدل لیا، اس کے عطا کئے ہوئے منصب خلافت کی قدر نہ پہچانی اور زمین کی وراثت و نیابت کا خلعت ہم کو راس نہ آیا۔ اب ہمارے عید کی خوشیوں کے دن گئے، عیش و عشرت کا دور ختم ہو گیا، ہم نے بہت سی عیدیں تخت حکومت و سلطنت پر دیکھیں اور ہزاروں شادیانے سریر خلافت کے آگے بجوائے۔ ہم پر صدہا عیدیں

تو اس کی رحمتِ غیور نے (کوہ سینا) کے دامن کی جگہ (بنو قبیس) کی وادی کو اپنا گھر بنایا اور (شام) کے مرغزاروں سے روٹھ کر (حجاز) کے ریگستان سے اپنا رشتہ قائم کیا: تاکہ آزمایا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے کہاں تک اس منصب کی اہلیت ثابت کرتی ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔

اور بنی اسرائیل کے بعد ہم نے تم کو زمین کی وراثت دی تاکہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں؟

پس یہ مہینہ بنی اسرائیل کی عظمت کا اختتام اور مسلمانوں کے اقبال کا آغاز تھا، اور اس نئے دورِ اقبال کا پہلا مہینہ (شوال) سے شروع ہوتا تھا اس لیے اس یوم ورود کو (عید الفطر) کا جشن ملی قرار دیا گیا، تاکہ افضال الٰہی کے ظہور اور قرآن کریم کے نزول کی یاد ہمیشہ قائم رکھی جائے اور اس احسان و اعزاز کے شکریہ میں تمام ملتِ مرحومہ اس کے سامنے سربسجود ہو۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

اور اس وقت کو یاد کرو جب مکہ میں تم نہایت کم تعداد اور کمزور تھے اور ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں زبردستی پکڑ کے اڑا نہ لے جائیں، لیکن خدا نے تم کو جگہ دی، اپنی نصرت سے مدد

فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے خدا کی عبادت کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پس جلد ان کی گمراہی ان کے آگے آئے گی۔

اب یہ روزگار اگر یادگار ہے تو عیش و شادمانی کے لیے نہیں بلکہ حسرت و نامرادی کے لیے، اگر یاد آور واقعات ہے، تو عطا و بخشش کی فیروزمندی کے لیے نہیں، بلکہ ناقدری و کفرانِ نعمت کی مایوسی و حسرت سنجی کے لیے پہلے اس کامرانی کی یاد تھا کہ ہم دولت قبولیت سے سرفراز ہوئے مگر اب اس نامرادی کی حسرت کو تازہ کرتا ہے کہ ہم نے اس کی قدر نہ کی، اور ذلت و عقوبت سے دوچار ہیں پہلے اس وقت سعادت کی یاد تازہ کرتا تھا جو ہماری دولت و اقبال کا آغاز تھا، اور اب اس دور مسکنت و ذلت کا زخم تازہ کرتا ہے جو ہماری عزت و کامرانی کا انجام ہے، پہلے یکسر جشن و نشاط تھا، اب یکسر ماتم و حسرت ہے جشن تھا تو قرآن کریم کے نزول کی یاد گار میں جس نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا تھا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا۔

مسلمانو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہے اور اس کے احکام سے سرتابی نہ کی، تو وہ تمام عالم میں تمہارے لیے ایک امتیاز پیدا کر دے گا۔

ایسی گذریں، جب دنیا کی قومیں ہمارے سامنے سربسجود تھیں اور عظمت وشوکت کے تخت الٹے ہوئے ہمارے سامنے تھے۔ اب عید کے عیش وطرب کی صحبتیں ان قوموں کو مبارک ہوں جن کی عبرت وتنبیہہ کے لیے اب تک ہمارا وجود بعض نہیں ہے۔ ان کو خوش نصیب سمجھئے جو اپنے دور اقبال کے ساتھ خود بھی مٹ گئے، ہمارا اقبال جاچکا ہے مگر ہم خود اب تک دنیا میں باقی ہیں۔ شاید اس لیے کہ غیروں کے طعنے سنیں، اور اپنی ذلت وخواری پر آنسو بہا کر قوموں کے لیے وجود عبرت ہوں ؎

در کار ماست نالہ و من در ہوائے او
پروانہ چراغ مزار خودیم ما

اس دن کی یادگار ہمارے لئے جشن وطرب کا پیام تھی۔ کیونکہ یہی دن ہمارے لئے صحیفۂ اقبال کا صفحۂ اولین تھا اور اسی تاریخ سے ہمارے ہاتھوں قرآنی حکومت کا دور جدید قلوب واجسام کی زمین پر شروع ہوا تھا۔ اس دن کا طلوع ہم کو یاد دلاتا تھا کہ بداعمالیوں نے کیونکر بنی اسرائیل کو دو ہزار سالہ عظمت سے محروم کیا اور اعمال حسنہ کے شرف وافتخار نے کیونکر ہمیں برکات الٰہی کا مہبط ومورد بنا دیا؟ اس دن جب آفتاب نکلتا تھا، تو ہمیں خبر دیتا تھا کہ کس طرح خدا کی زمین نافرمانیوں کی ظلمت سے تاریک ہوگئی تھی اور پھر کس طرح ہمارے اعمال کی روشنی افق عالم پر نیر درخشاں بن کر نمودار ہوئی تھی؟ لیکن،

فرزندوں کو کھو چکی ہو، اگر عید کے دن اس کو اپنی بقیہ اولاد کے چہرے دیکھ کر
خوشی ہوگی تو ایک ایک کرکے اس کے گم گشتہ لخت جگر بھی سامنے آجائیں
گے۔ ایک بدبخت، جو اپنا تمام مال و متاع غفلت و بے ہوشی میں ضائع کر چکا ہو، عید
کے دن جب لوگوں کی زریں قباؤں اور بے جا بر کلاہوں کو دیکھے گا تو ممکن نہیں کہ اس
کو اپنی کھوئی ہوئی دولت کے ساز و سامان یاد نہ آجائیں۔ دیکھتا ہوں تو یہ جشن
کی عیدیں عیش و مسرت کا پیام نہیں، بلکہ یاد اور درد و حسرت ہیں۔ آہ! کیا دنیا میں
غفلت و سرشاری کی حکومت ہمیشہ سے ایسی ہے؟ کیا دنیا میں ہمیشہ نیند زیادہ
اور بیداری کم رہی ہے؟ یہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایک دن کی خوشیوں میں بے خود ہو کر
ہمیشہ کے ماتم داروں کو بھول گئے ہیں؟ بزم جشن کی تیاریاں کس کے لیے جب
کہ دنیا اب ہمارے لیے ایک دائمی ماتم کدہ بن گئی ہے؟ عیش و نشاط کی بزموں کو
آگ لگا دیجئے، عید کے قیمتی کپڑوں کو چاک چاک کر ڈالیے، عطر کی شیشیوں کو اپنے
بخت زبوں کی طرح الٹ دیجئے، اور اس کی جگہ مٹھیوں میں خاک و گرد بھر بھر
کر اپنے سر و سینے پر اڑائیے، زریں کلاہوں اور ریشمیں قباؤں کے پہننے کے اب دن گئے

ماخانہ رمیدگان ظلمیم
پیغام خوش از دیار مانیست

لیکن اس طلسم سرائے ہستی کی ساری رونق انسان کی غفلت و سرشاری
سے ہے، ممکن ہے کہ جشن عید کے ہنگاموں میں غم و اندوہ کی یہ آہیں آپ کے

اور اب ماتم ہے تو اس قرآن کی اس پیشین گوئی کے ظہور کا کہ:۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ — اور جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی، اس
فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا — کی زندگی دنیا میں تنگ ہو جائے گی۔

پہلے اس کی (بشارت) کو یاد کر کے جشن مناتے تھے۔ اور اب وہ وقت ہے کہ (وعید) کے نتائج کو گرد و پیش دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ اب عید کا دن ہمارے عیش و نشاط کا دن نہیں رہا، البتہ عبرت اور موعظت کی ایک یادگار رہ گیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا — ایسا ہی ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل
عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ — کیا اور اس میں طرح طرح کی وعیدیں بیان
الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ — کیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں
اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۔ — یا اس کے ذریعے سے ان کے دلوں میں عبرت
اور فکر پیدا ہو۔

دنیا میں عیش کی گھڑیاں کم میسر آتی ہیں پھر سال بھر کے اس تنہا جشن کو کیوں نہ عزیز رکھا جائے؟ میں بھی نہیں چاہتا کہ آپ عید کی خوشیوں میں سرمست عیش و نشاط ہوں، اور میں افسانۂ غم چھیڑ کر آپ کے لذت عیش کو منغص کردوں، مگر یقین کیجیے کہ اپنے دل اندوہ پرست کی بے قراریوں سے مجبور ہوں۔ قاعدہ ہے کہ ایک غمگین دل کے لیے عیش کی گھڑیوں سے بڑھ کر اور کوئی وقت غم کے حوادث کا یاد آور نہیں ہوتا۔ ایک غم زدہ ماں، جو سال بھر کے اندر اپنے کئی

عہدِ شباب تک کا زمانہ ترقی و نشوونما اور عیش و نشاط کا دور ہوتا ہے۔ ہر چیز بڑھتی ہے اور ہر قوت میں افزائش ہوتی ہے۔ جو دن آتا ہے طاقت و توانائی کا ایک نیا پیغام لاتا ہے۔ طبیعت جوش و امنگ کے نشے میں ہر وقت مخمور رہتی ہے اور اس سرخوشی و سرور میں جس طرف نظر اٹھتی ہے، فرحت و انبساط کا ایک بہشت زار سامنے آجاتا ہے۔ اس طلسم زار ہستی میں انسان سے باہر نہ غم کا وجود ہے نہ نشاط کا، البتہ ہمارے پاس دو آنکھیں ضرور ایسی ہیں جو اگر غمگین ہوں تو کائنات کا ہر ظہور غم آلود ہے اور اگر مسرور ہیں تو ہر منظر مرقع انبساط ہے عہد شباب و جوانی میں آنکھیں سرمست ہوتی ہیں، اور دل جوش و امنگ سے متوالا، غم کے کانٹے بھی تلوے میں چبھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فرش گل پر لوٹ رہے ہیں خزاں کی افسردگی بھی سامنے آتی ہے، تو نظر آتا ہے کہ عروس بہار سامنے آکر کھڑی ہو گئی ہے

دل جب خوش ہو تو ہر شئے کیوں نہ خوش نظر آئے۔

لیکن بڑھاپے کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ پہلے جو چیزیں بڑھتی تھیں۔ اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں۔ جن قوتوں میں ہر روز افزائش ہوتی تھی۔ اب روز بروز اضمحلال ہوتا ہے۔ طاقت جواب دے دیتی ہے اور عیش و مسرت کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ جو دن آتا ہے موت و فنا کا ایک نیا پیغام لاتا ہے اور جو دن گزرتا ہے، حسرت و آرزو کی ایک یاد چھوڑ جاتا ہے۔ دنیا کے سارے عیش و عشرت کے جلوے دل کی عشرت کامیوں سے تھے۔ لیکن دل کے بدلنے

کانوں تک نہ پہنچیں، تاہم اس کو تو نہ بھولئے کہ پیروانِ اسلام کا حلقہ صرف آپ کے وطن و مقام پر محدود نہیں، وہ ایک عالمگیر برادری ہے جس میں چین کی دیوار سے لے کر افریقہ کے صحرا تک چالیس کروڑ انسان ایک ہی رشتہ کی زنجیر میں منسلک ہیں اگر (طرابلس) میں قتیلانِ ظلم و ستم کی لاشیں تڑپ رہی ہیں تو یہ عیش پرستی ایک لعنت ہے جو آپ کو عید کی خوشیوں میں سرمست کر رہی ہے۔ اگر (ایران) میں آپ کے اخوانِ ملت کو جرم وطن پرستی میں پھانسیاں دی جا رہی ہیں تو وہ آنکھیں پھوٹ جائیں جو ہندوستان میں اشکبار نہ ہوں، اگر (مراکو) میں (اسلام) کا آخری نقش حکومت مٹ رہا ہے، تو کیوں نہیں ہندستان کے عیش کدوں میں آگ لگ جاتی؟ اسلام کی اخوت عمومی، تمیز قوم و مرز بوم سے پاک ... اور اس کا ایک ہی خدا ہے ایک ہی آسمان کے نیچے تمام پیروان توحید ... جسم واحد میں دیکھنا چاہتا ہے۔ ان ھٰذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون پس جسم اسلام کا ایک عضو درد سے بے قرار ہے تو تمام جسم کو اس کی تکلیف محسوس ہونی چاہیئے، اگر زمین کے کسی حصے میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے تو تعجب ہے، اگر آپ کے چہرے پر آنسو بھی نہ بہیں اگر غفلت کی سرمستیوں نے پچھلے حوادث بھلا دیئے ہیں تو آج بھی جو کچھ ہو رہا ہے آپ کے وقف ماتم ہو جانے کے لیے کافی ہے۔

قومی زندگی کی مثال بالکل افراد و اشخاص کی سی ہے۔ بچپنے سے لے کر

وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ بڑھاپے میں ڈال دیا۔ وہ جس حالت کو چاہتا
وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ہے، پیدا کر دیتا ہے اور وہی تمہاری تمام
حالتوں کا علیم اور ہر حال کا ایک اندازہ کر دینے والا ہے

شاید ہماری جوانی کا عہد ختم ہو چکا۔ اب "صد عیب" پیری کی منزل سے گزر رہے ہیں۔ ہمارا بچپن جس قدر حیرت انگیز اور جوانی کی طاقتیں جس درجہ زلزلہ انگیز تھیں، دیکھتے ہیں تو بڑھاپے کے ضعف و نقاہت کو تیز پاتے ہیں۔ شاید اس کے بعد اب منزل فنا درپیش ہے۔ چراغ تیل سے خالی ہو جاتا ہے اور چولہا خاکستر سے بھر جاتا ہے۔ گذشتہ باتوں کی صرف ایک یادگار رہ گئی ہے اور جوانی کے افسانے خواب و خیال معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہمیں مٹنا ہی ہے تو مٹنے میں دیر کیوں ہے؟ صبح فنا آ گئی ہے تو شمع سحر کو بجھ ہی جانا چاہیئے۔ جس بزم اقبال و عظمت میں ہمارے لیے جگہ نہیں رہی بہتر ہے کہ اوروں کے لئے اسے خالی کر دیں۔ ہم نے ایک ہزار برس سے زیادہ عرصے تک دنیا میں زندگی کے اچھے برے دن کاٹے، اور ہر طرح کی لذتیں چکھ لیں، حکمرانی کے تخت پر بھی رہے، اور محکومی کی خاک پر بھی لوٹے، علم کی سرپرستی بھی کی، اور جہل کی رفاقت میں بھی رہے۔ جب عیش و عشرت کی بزم آرائیوں میں تھے تو اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور اب حسرت و آرزو کے غم کدے میں ہیں تو اس میں بھی ایک یکتائی رکھتے ہیں۔ زمانے نے ہمارے مٹانے کا فیصلہ کر لیا ہے، تو دیر نہ کیجیے۔ لیکن گو ہم مٹ جائیں گے مگر ہمارے بٹھائے ہوئے نقشوں کا

سے دل کی آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں پہلے غم کی تصویر بھی شادمانی کا مرقع نظر آتی تھی اب خوشی کے شادیانے بھی بجتے ہیں، تو ان میں بے پدرد و اندوہ کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔

قوموں کی زندگی کا بھی یہی حال ہے، ایک قوم پیدا ہوتی ہے۔ بچپنے کا عہد بے فکری کاٹ کر جوانی کی طاقت آزمائیوں میں قدم رکھتی ہے۔ یہ وقت کاروبار زندگی کا اصلی دور اور قوی صحت و تندرستی کا عہد نشاء ہوتا ہے۔ جہاں جاتی ہے اوج و اقبال اس کے ساتھ ہوتا ہے، اور جس طرف قدم اٹھاتی ہے دنیا اس کے استقبال کو دوڑتی ہے، لیکن اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے اس کو "پیری صد عیب"، کا زمانہ سمجھیے کہ قوتیں ختم ہونے لگتی ہیں۔ اور چراغ میں تیل کم ہو جاتا ہے۔ طرح طرح کے اخلاقی و تمدنی عوارض روز بروز پیدا ہونے لگے ہیں جمعیت و اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اجتماعی قوتوں کا اضمحلال نظام ملت کو ضعیف و کمزور کر دیتا ہے۔ وہی زمانہ جو کل تک اس کی جوانی کی طاقت کے آگے دم بخود تھا، آج اس کے بستر پیری کے ضعف و نقاہت کو دیکھتا ہے تو ذلت و حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ (قرآن کریم) نے اس قانون خلقت کی طرف اشارہ کیا ہے

اللہ الذی خلقکم من ضعف	اللہ وہ قادر مطلق ہے جس نے تم کو کمزور حالت
ثم جعل من بعد ضعف قوۃ	میں پیدا کیا، کمزوری کے بعد جوانی کی طاقت دی۔
ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا	پھر طاقت کے بعد دوبارہ کمزوری اور

عیدالاضحیٰ

۲۰، ۲۷ر نومبر ۔ ۴، ۱۱ر دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

مٹانا آسان نہ ہوگا، تاریخ ہم کو کبھی نہ بھلا سکے گی، اور ہمارا افسانۂ عبرت ہمیشہ
مسافرانِ عالم کو یاد آ آ کر خون کے آنسو رلائے گا ؎

گو کہ ہم صفحۂ ہستی پہ تھے اک حرفِ غلط۔ لیک اٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اٹھے

رات کے پچھلے پہر کی تاریکی اور سناٹے میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں میرا قلب مضطر، اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ آفتاب عید کے اشتیاق میں خفتگان انتظار کروٹیں بدل رہے ہیں، مگر میری نظر ایک جھلملاتے تارے پر ہے۔ دیکھتا ہوں تو یاس و نا امیدی کی رات گو تاریک ہے، مگر پھر بھی ہماری امید کے افق پر ایک آخری ستارہ جھلملا رہا ہے جن آنکھوں سے ہم نے خشک درختوں کو کٹتے دیکھا ہے، انہیں آنکھوں نے خشک درختوں کو سرسبز و شاداب بھی ہوتے دیکھا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔

اور خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشان بھی ہے کہ وہ تم کو ڈرانے اور وعید کرنے کے لیے بجلی دکھلاتا ہے، پھر آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ بیشک عقلمندوں کے لیے ان باتوں میں قدرت الٰہی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں

ٹھیک اب سے پانچ ہزار دو سو تینتالیس برس پیشتر دنیا کے ایک گوشے میں کیسا عجیب دلفریب انقلاب ہو رہا تھا۔ ایک ہولناک اور وحشت انگیز بیابان ریگ زار تھا۔ جس کی مہلک ریگ اور خشک سرزمین میں ہر طرف موت وہلاکت پھیلی ہوئی تھی، ایک یکسر وادی غیر ذی زرع[۱] تھی جس کی سطح بے نمو پر زندگی کی سبزی و شگفتگی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لیکن اب رب السموات والارض کے دو مخلص بندے تھے جنہوں نے انسانی زندگی کے لیے اس بیابان وحشت کے لیے فلاحت و زراعت کے لیے اسی سرزمین خشک سال کو، اور خدائے واحد کی پرستش و عبادت کے لیے اس صحرائی قربان گاہ کو منتخب کیا ان کے چاروں طرف صحرائی وحشت تھا مگر ان کے اوپر وہ خدائے حکیم و قدیر تھا۔ جو آبادیوں کا بخشنے والا، اور زمینوں کی وراثت تقسیم کرنے والا ہے ان کے ہاتھ میں پتھروں کے ٹکڑے تھے، جن کو ایک دیوار کی صورت میں جمع کرتے جاتے تھے اور زبان پر دعائیں تھیں، جو ادھر زبانوں سے نکل رہی تھیں

---

[۱] یعنی ایسی سرزمین جہاں زراعت و فلاحت کا نام و نشان نہیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی دعا میں فرمایا تھا کہ "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم"۔ یعنی الٰہی! میں نے اس بیابان مکہ میں اپنی اولاد کو بسائی ہے جہاں زراعت کا نام و نشان نہیں۔ پس غیر ذی زرع ۲ اس آیت سے ماخوذ اور اس کی طرف اشارہ ہے۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ
وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ
صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ
الْبَلَاءُ الْمُبِينُ وَفَدَيْنَاهُ
بِذِبْحٍ عَظِيمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ
فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَىٰ
إِبْرَاهِيمَ۔

پھر جب ابراہیم اور اسماعیل
دونوں اللہ کے آگے جھک گئے اور
ابراہیم نے اسماعیل کو ذبح کرنے کے
لیے ماتھے کے بل گرا دیا تو ہم نے پکارا
کہ اے ابراہیم بس کرو تم نے اپنے
خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم ایسا ہی
نیک بندوں کو ان کے ایثار نفس اور
فدویت نفس و جان کا بدلہ دیا کرتے
ہیں بیشک یہ ایک نہایت کھلی ہوئی
ظاہری آزمائش تھی اور ذبح اسماعیل کے فدیے میں ہم نے ایک بہت بڑی
قربانی (یعنی سنت ابراہیمی کی یادگاریں تاقیامت جاری رہنے والی قربانی)
دے دی۔ اور تمام آنے والی امتوں میں اسی واقعہ عظیمہ کے ذکر کو قائم کر دیا
پس سلام ہو راہِ الٰہی میں اپنی قربانی کرنے والے ابراہیم خلیل پر!۔

لمحوں اور منٹوں کے اندر ہو گیا۔

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

یہ دعائیں ان زبانوں سے نکل رہی تھیں جن میں سے ایک راہِ الٰہی میں اپنے جذبات وارادے کی قربانی کر چکا تھا اور دوسرا اپنے جان ونفس کی۔ دونوں نے اپنی محبوب ترین متاعوں کو راہ الٰہی میں لٹا دیا تھا۔ ایک نے اپنے عزیز فرزند کو اور دوسرے نے اپنی جانِ عزیز کو۔ دونوں مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور اس لیے دونوں "مسلم" تھے۔ خدا نے ان دونوں کی دعاؤں کو قبول کر لیا اور اس طرح قبول کیا کہ دنیا کے پانچ ہزار برس کے حوادث وانقلابات بھی ان کی مقبولیت کی صداقت کو دھبہ نہ لگا سکے۔ وہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چہار دیواری، جس کے چاروں طرف انسانی ہستی کی کوئی علامت نہ تھی کروڑوں انسانوں کا پرستش گاہ اور قبلہ وجوہ بنی اور خدا کے جلال وقدوسیت نے تمام عالم میں صرف ان کی چھت کو اپنا نشیمن بنایا۔ داؤد اور سلیمان کا وہ عظیم الشان ہیکل جس کو ہزاروں انسانوں کی سالہا سال کی محنت ومشقت نے لمبے لمبے ستونوں اور گنبدوں کا شہر بنا دیا تھا۔ چند صدیوں تک بھی زندہ نہ رہ سکا اور وحشی حملہ آوروں نے بارہا اس کی عظیم الہیئت دیواروں کو غبار بنا کر اڑا دیا، لیکن چند پتھروں سے چنی ہوئی اس چہار دیواری کے گرد دعائے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا تھا کہ پانچ ہزار برس کے اندر انقلابات ارضیہ سماویہ

اور ادھر قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کا فیصلہ ہو رہا تھا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

الٰہی! ہمارے ہاتھ تیری پرستش اور تیرے جلال وقدوسیت کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس کو قبول کرلے بے شک تو ہی دعاؤں کا سننے والا اور نیتوں کا دیکھنے والا ہے۔ الٰہی! ہم کو اپنا مسلم اور اطاعت شعار بنا۔ اور پھر ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی ہی امت پیدا کر جو ہماری طرح مسلم و مومن ہو۔ الٰہی! ہم کو اپنی عبادت و بندگی کے مقبول طریقے سوجھا دے اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر کہ تو ہی بڑا درگزر کرنے والا اور تو ہی اپنے عاجز بندوں پر مہربان ہے۔ الٰہی ہماری اس دعا کو بھی ان گھڑیوں میں قبول کرلے۔ کہ جو قوم ہماری نسل سے پیدا ہو ان میں اپنا ایک ایسا برگزیدہ رسول بھیجیو۔ جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے۔ علم و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس وقلوب کی اصلاح کرے۔ الٰہی! ان تمام باتوں کا تجھی کو اختیار ہے۔ اور تیری ہی تدبیر اصلی تدبیر اور تیری حکمت اصلی حکمت ہے۔

اللہ اکبر۔ وہ کیا وقت تھا، جب کہ صدیوں اور ہزاروں برسوں کا فیصلہ چند

کعصف مأکول عذاب کی نحوستوں کے غول نازل نہیں
کیے۔ جنہوں نے ان کو سخت بربادی میں مبتلا کر دیا جو ان کے لیے لکھ دی گئی
تھی یہاں تک کہ پامال شدہ گھاس کی طرح تباہ ہو گئے۔

یہ اسی دعا کے پہلے ٹکڑے کی قبولیت تھی۔ باقی دو التجاؤں کو جس طرح
خدا تعالیٰ نے قبولیت بخشی اس کی صداقت بھی اس بیت خلیل کی صداقت سے کم نہیں۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔

بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ دعائے ابراہیمی کو قبول فرما کر ان ہی میں سے ان کی طرف اپنا رسول بھیجا جو ان کو احکام پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور ان کو علم و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ سخت جہل و گمراہی میں مبتلا تھے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

قرآن کریم میں ایک بڑا حصہ انبیائے سابقین کے قصص و اعمال کا ہے
اس کا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ پہلے ایک خاص تعلیم پیش کرتا ہے اور پھر اس
تعلیم کی صداقت کے لیے امم گذشتہ اور اعمال انبیائے سابقہ کے حالات و واقعات
سے ایک خطابی استدلال کرتا ہے، تاکہ امت مرحومہ کے سامنے تعلیم اور

نے سمندروں کو جنگل اور انسانی آبادیوں کو سمندروں کے طوفانوں کی صورت میں بدل دیا۔ لیکن آج تک اس کی بنیادوں کو کوئی حادثہ اور کوئی مادی قوت صدمہ نہ پہنچا سکی۔ یہاں تک کہ تاریخ عالم میں وہی ایک سرزمین ہے جس کی نسبت تاریخ دعویٰ کر سکتی ہے کہ اس کی مقدس و محترم خاک آج تک غیر قوموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے محفوظ و مصئون ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ۔

کیا ہماری اس قدرت کی نشانی کو لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم مکہ کو جو ایک غیر معروف شہر و بے رونق خطہ تھا امن اور ایک عالم نے اس کے گرد ہجوم کیا پھر کیا لوگ باطل پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں؟

اور اگر کسی قوم نے اس کی عزت و احترام کو مٹانا چاہا تو خدائے قدوس کے دست کبریائی نے خود اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ

اے پیغمبر! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے اس لشکر کے ساتھ کیا سلوک کیا، جو ہاتھیوں کا ایک غول لیکر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا؟ کیا خدا نے ان کے تمام داؤ غلط نہیں کر دیے؟ اور ان پر

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ

بے شک تمہارے لیے کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو، ان لوگوں کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ عمل ہے اور جو شخص اس طرف سے منہ موڑے تو اللہ تو انسانوں کے اعمال کا کچھ محتاج نہیں ہے۔

میں نے ہمیشہ اس امر پر غور کیا ہے کہ:۔

۱۔ تمام قرآن کریم میں بیسوں انبیائے سابقین کے حالات و اعمال بیان کیے گئے ہیں، لیکن کسی کی تمام تر زندگی کو بطور ایک نمونے کے مسلمانوں کے سامنے پیش نہیں کیا ہے، الا حضرت ابراہیمؑ کی۔

۲۔ تمام قرآن میں "اسوۂ حسنہ" کا لفظ صرف تین مقامات میں آیا ہے۔ اوّل سورۂ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت، اور پھر سورۂ ممتحنہ میں دو مرتبہ حضرت ابراہیم کی نسبت اس کی علت کیا ہے۔

۳۔ سورۂ احزاب اور سورۂ ممتحنہ، دونوں سورتیں زیادہ تر احکام جہاد و قتال فی سبیل اللہ، اور بعض مقامات کے نتائج و ورود ابتلا و آزمائش و عجائبات نصرت الٰہیہ کے بیان سے مملو ہیں، پھر یہ دونوں آیتیں جن رکوعوں میں آئی ہیں، وہ بھی تمام تر ذکر جہاد پر مبنی ہیں، ضرور ہے کہ اس میں بھی کوئی علت ہو۔

۴۔ دونوں مقامات میں پوری مماثلت، حتیٰ کہ اشتراک جزئیات بیان بھی

اس کے عملی نمونے اور نتائج دونوں موجود ہو جائیں۔

لیکن تمام قرآن میں اگر مسلمانوں کے سامنے کوئی کامل زندگی اور کسی زندگی کے سراپا اعمال بطور نمونے کے پیش کئے گئے ہیں۔ اور ان کے اتباع کی دعوت دی گئی ہے، تو صرف دو نمونے ہیں۔ خود شریعت اسلامیہ کے داعی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت (سورۂ احزاب) میں فرمایا کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا	بے شک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لیے (کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو اور کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کرنے والے ہو) پیروی و اتباع کے واسطے ایک بہترین نمونہ ہے۔

اور پھر (سورۂ ممتحنہ) میں ملت حنیفی کے داعی اول حضرت ابراہیم خلیل علیٰ انبینا و علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہوا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۔	بے شک تمہارے لیے ایک بہترین نمونہ عمل حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے اعمال زندگی میں ہے۔

پھر اسی رکوع میں حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی تعلیم کی تشریح کرکے مکرر کہا ہے کہ:۔

سے آئی تو وہ اس سے انکار کر چکے ہیں؟

حضرتِ ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے "اسوۂ حسنہ" کی طرف اسی رکوع میں توجہ دلائی گئی ہے۔

پھر آیات متعلق حرب و قتال و تشویق جہاد فی سبیل اللہ میں اس "اسوۂ حسنہ" پر توجہ دلانے کی ضرورت تھی؟
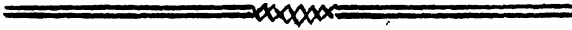
موجود ہے۔ سورۂ احزاب میں اس کا وہ موقعہ ہے جہاں جنگ احزاب یا جنگ خندق کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے اور زیادہ تر ان منافقین اور ضعیف القلب اشخاص کا حال بیان کیا ہے، جو اپنی تین ہزار کی جمعیت کے مقابلہ میں حملہ آوروں کی بارہ ہزار مسلح اور متحد قوت دیکھ کر گھبرا اٹھے تھے۔ پھر اس نصرتِ الٰہی کا حوالہ دیا ہے جس نے محصورین کو کامیاب کیا اور تمام حملہ آور ناکام وخاسر واپس ہوگئے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا۔

بعینہٖ۔ دریں حال سورۂ ممتحنہ کے پہلے رکوع کا ہے، فتح مکہ سے پیشتر جب آنحضرت نے چڑھائی کا ارادہ کیا، تو حاطب بن ابی بلتعہ نامی ایک اصحابی تھے جن کے اہل وعیال مکہ میں موجود تھے۔ انہوں نے پوشیدہ طور پر ان کو اطلاع دے دی کہ تحفظ کا انتظام کر رکھیں۔ وحی الٰہی سے یہ حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوگیا اور آدمی دوڑا کر وہ خط راہ سے واپس بلا لیا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ۔

مسلمانو! ان کافروں اور دشمنان توحید کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے دونوں کے دشمن ہیں۔ یہ کیسی بات ہے کہ تم ان سے نامہ وپیام جاری رکھتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو حق وصداقت اللہ کی طرف

کی طرف دنیا کو دعوت دیتا ہے ان کو سب سے پہلے اپنے اوپر طاری کر دے
حضرت ابراہیم نے ان حقائق کو اپنے اوپر طاری کیا اس لیے ان کا ہر عمل
صدائے اسلام تھا، اور وہی پیروان اسلام کے لیے عملی نمونہ یا "اسوۂ حسنہ"
ہو سکتا تھا اور یہی سبب ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کی زندگی کے تمام اعمال ہمیشہ
کے لیے محفوظ کر دیئے۔ اور ان کے ذکر کو بقائے دوام عطا فرمایا۔ دنیا کے بڑے بڑے
کشور ستانوں، عظیم الشان [illegible] اور حشمتوں اور سمندروں پر حکمرانی کرنے والی
قوموں کو ہم آثار قدیمہ کے کتبوں [illegible] قبروں، قومی روایتوں اور تاریخ
کے کہنہ اوراق میں ضرور دیکھ سکتے ہیں، مگر تمام مجمع اولین و آخرین میں ایک
انسانی ہستی بھی ایسی نہیں مل سکتی جس کے اعمال حیات، صحیفوں اور تختیوں کے
ذخیروں میں نہیں، بلکہ کروڑوں انسانوں کے اعمال کے اندر سے اپنی حیات کا ثبوت
دے سکتے ہوں۔ ذی الحجہ کی قربانیاں [illegible] کو دنیا کے سامنے "اسوۂ ابراہیمی" کی
لازوال زندگی کا عجیب منظر ہوتا ہے، جب تاریخ کئی ہزار برس آگے بڑھ کر [illegible]
ہے تاکہ اسلام کے داعی اول کی زندگی کو ایک مرتبہ پھر دہرا دے، لاکھوں انسانوں [illegible]
ہوتا ہے جن میں ہر وجود پیکر ابراہیم بن جاتا ہے، اور مقام خلت کی سلطنت تعمیر
و تشخص کو فنا کر کے اس طرح ہستی کو ایک ابراہیم کی صورت مل جاتی [illegible]

وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَ — اور ہم نے حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کو
جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا — اپنی رحمت میں سے بڑا حصہ دیا [illegible]

(۲)

یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی ہر بات "اسلام" تھی، حقیقت اسلامی میں ان کا وجود اس طرح فنا ہو گیا تھا کہ خود ان کی کوئی ہستی باقی نہیں رہی تھی جب کہ تاروں کی عجیب و غریب روشنی ان کے سامنے آئی، چاند کی دلفریبی نے ان کو آزمانا چاہا اور سورج اپنی سطوت و عظمت سے چمکا تا کہ ان کی فطرت کو مرعوب کر سکے تو "اسلام" ہی تھا جس نے اندر سے صدا دی کہ اِنِّی لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن "میں فنا پزیر ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا"

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ	میں ہر طرف سے کٹ کر صرف اس ایک ہی ذات کا ہو گیا ہوں جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا الحمد للہ کہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔
وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ	اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان وزمین کے مناظر و عجائب دکھلائے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں

اعلیٰ واشرف (طریق) ذکر خیر دنیا میں باقی رکھا۔

آج ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہے جب کہ یہ سطور قلم سے نکل رہے ہیں چشم تصور سے دیکھیے تو آپ کے سامنے بندگانِ مخلصین کا ایک شہر آباد ہے، لاکھوں انسان ایک ہی لباس اور ایک ہی صدا کے ساتھ ایک ہی کے لیے دوڑ رہے ہیں بے شک ابراہیم خلیل، کا وجود تنہا دنیا میں باقی نہیں رہا لیکن ان لاکھوں عاشقانِ الٰہی میں سے ہر شخص اس عاشق اوّل کے فیضان عشق سے مستفیض نہیں ہے، اگر ہے تو یقین کیجیے کہ خلیل اللہ" آج بھی زندہ ہے، اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جب کہ میدان حج میں لاکھوں انسانوں کی زبانوں سے صدائے لبیک اللھم لبیک نکلتی ہے، تو اس ایک ہی ابراہیم خلیل کی صدا ہوتی ہے جس نے اب سے پانچ ہزار برس پیشتر اپنے دوست کی صدائے یا عبدی کے جواب میں عاشقانہ محویت کے ساتھ لبیک کا نعرہ لگایا تھا، وہ ایک ہی وجود کے اندر کب محدود تھا کہ فنا ہو جاتا وہ تو اپنے اندر ایک پوری امت رکھتا تھا، اس لیے آج بھی اپنی امت کی صورت میں موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔

اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیْفًا وَّلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ بے شک ابراہیم (گویا) ایک پوری اطاعت شعار امت تھا۔ اور ایک ہی خدا کا ہو رہا تھا

لیس اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِيْنِ — دے دیتا ہے، جو موت کے بعد حیات بخشے
وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي — گا۔ اور جس کی رحمت سے امید رکھتا ہوں
خَطِيْئَتِي يَوْمَ الدِّيْنِ — کہ قیامت کے دن میری خطاؤں سے در
گذر کرے گا۔

اور یہ کیا تھا کہ جب کہ ان کا سنگ تراش چپا پتھروں سے پرستش کی صورتیں بناتا تھا، تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلتا تھا کہ انسانی صورتیں

مِمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ لِأَبِيْهِ — اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور
وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ — اپنی قوم سے کہا کہ تم جن بت پرستیوں
مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا الَّذِي — میں مبتلا ہو، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں
فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِيْنِ — البتہ مجھ کو اس ان دیکھی ذات سے سروکار
ہے جس نے میری خلقت بنائی اور یقین ہے کہ وہی مجھ پر اپنی راہ کھول دے گا۔

دراصل یہ وہی حقیقت اسلامیہ تھی جس نے ان کے وجود کو آنے والی امتوں کے لیے اسوۂ حسنہ بنا دیا تھا اور جس کی وصیت انہوں نے اسحاق اور اسماعیل (علیہما السلام) کو کی اور پھر انہوں نے یعقوب اور اس کے بعد نسلاً بعد نسل سلسلۂ ابراہیمی میں منتقل ہوتی رہی۔

وَوَصّٰى بِهَا إِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ — اور یہی اسلام تھا جس کی وصیت ابراہیم

انھوں نے جب آنکھ کھولی، توان کے چاروں طرف بت پرستی کے مناظر تھے۔ انہوں نے خود اپنے گھر کے اندر جس کسی کو دیکھا اس کے ہاتھ میں سنگ تراشی کے اوزار اور بتوں کے ڈھانچے تھے۔ وہ کالڈیا کے بازاروں میں پھرے مگر جس طرف دیکھا بتوں کے آگے جھکے ہوئے سر تھے، اور جس طرف کان لگایا خدا فروشی کی صدائیں آرہی تھیں، پھر وہ کون سی چیز تھی، جس نے تمام ان چیزوں سے بیگانہ جو آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی جاتی ہیں۔ ان کے دل میں ایک ان دیکھے محبوب کے عشق کی لگن لگادی اور ایک اَن سنے نغمے کی تلاش میں ان کے سامعہ کو آوارہ کردیا؟ ان کے سامنے تو بتوں کی قطاریں تھیں جن کو ان کی آنکھیں دیکھتی تھیں۔ پھر وہ کون تھا جو ان اندر بیٹھا ہوا ایک قدوس کو دیکھ رہا تھا اور اسی قدرتی جوش و قوت کے ساتھ، جو کسی بلندی سے گرنے والے آبشار یا کسی زمین سے اُبلتے ہوئے چشمے میں ہوتا ہے۔ ان کی زبان سے فاطر السمٰوٰت والارض کی شہادت دے رہا تھا؟

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ	وہ جس نے مجھ کو پیدا کیا اور پھر ہدایت
یَھْدِیْنِ وَالَّذِیْ	کی راہیں کھول دیں وہ کہ بھوکا ہوں
ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ	تو کھلاتا اور پیاسا ہوتا ہوں تو پلاتا ہے
وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ	اور وہ، کہ جب اپنی بداعمالیوں سے
یَشْفِیْنِ۔ وَالَّذِیْ	بیمار پڑتا ہوں، تو اپنی رحمت سے شفا

اور یہی وہ حقیقت تھی جو ان تمام حقیقتوں سے یہودیت یا مسیحیت سے تعبیر کی جاسکتی ہیں، اعلیٰ وارفع تھی۔ کیونکہ وہ تمام شاخیں اسی حقیقت الحاق کی جڑ سے نکلی تھیں، پس "اصل" کی موجودگی میں "فرع" بے اثر ہے، اور "کُل" کے سامنے "جُز" بے حقیقت۔ یہی سبب ہے کہ جب "اصل وکُل" کی تکمیل کا آخری روز ہوا تو کہا گیا۔

وَقَالُوا کُونُوا ھُودًا	یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی
اَوْ نَصٰرٰی تَھْتَدُوْا	بن جاؤ تاکہ ہدایت پاؤ لیکن ان سے
قُلْ بَلْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ	کہہ دو کہ نہیں، بلکہ صرف ملّت
حَنِیْفًا وَمَا کَانَ	ابراہیمی ہی میں تمام ہدایتوں کی حقیقت
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ،	ہے اور وہ تمہاری طرح مشرکوں میں سے نہ تھا

اور یہی وہ انسان کی "فطرتِ اصلی" ہے جس کو "اسلام" کے سوا قرآن کریم نے "قلبِ سلیم" کے لقب سے بھی یاد کیا ہے یعنی قلب انسانی کی وہ بے میل حالت، جو خارجی اثرات ضلالت سے بالکل محفوظ ہو، یا فطرتِ اصلی کا وہ ذوق صحیح، جس کا ذائقہ کسی عارضی بیماری کے اثر سے بگڑ نہ گیا ہو۔ کیونکہ انسان کے اندر جو کچھ ہے، وہ "اسلام" ہے اور کفر جب آتا ہے تو باہر سے آتا ہے یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم کی نسبت تصریح کر دی ہے۔

اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (جب حضرت ابراہیم اپنے

وَيَعْقُوبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

اپنی اولاد کو کر گئے اور پھر یعقوب کو بھی کہ اے فرزندا اللہ نے تم کو اس دین سے ممتاز فرمایا پس تم زندگی بھر اس کی تعلیم دینا اور جب مرنا تو اسی طریقہ پر مرنا۔

یہی حقیقت وہ "روح اعظم" تھی جو آدم کے کالبد میں پھونکی گئی۔

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

اور خدا نے آدم میں اپنی روح پھونکی

اور یہی وہ روح الہٰی ہے، جو شریعت ابراہیمی سے منسوب ہو کر سلسلہ ابراہیمی کی آخری امت یعنی اُمّتِ مرحومہ میں ظہور کرنے والی تھی۔ اور جس کے یوم ظہور کی ایک رات، ایام الہیہ کے گذشتہ ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی تھی۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

ہم نے اسلام کو بصورت قرآن لیلۃ القدر میں نازل کیا، اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ وہ ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے اس رات ملائکہ اور "روح" کا نزول ہوتا ہے۔ جو اپنے پروردگار کے حکم سے (نظم روحانی) کے تمام امور کے لیے آتے ہیں وہ رات امن و سلامتی کی رات ہے۔ طلوع صبح تک۔

حقیقت اسلامی کی اصلی آزمائش

اور سب سے آخر یہ کہ جب حقیقت اسلامی کی آخری مگر اصلی آزمائش کا وقت آیا تو وہ "اسلام" ہی تھا جس نے ابراہیم کے ہاتھ میں چھری دی تاکہ فرزند کو ذبح کر کے محبت ماسوی اللہ کی قربانی کرے، اور "اسلام" ہی تھا۔ جس نے اسماعیل کی گردن جھکا دی، تاکہ اپنی جان عزیز کو اس کی راہ میں قربان کر دے جب کہ اس نے پوچھا۔

يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ؕ

اے فرزند عزیز! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تجھے اللہ کے نام پر ذبح کر رہا ہوں، پھر تیرے خیال میں یہ بات کیسی ہے۔

یہ وجود ابراہیمی کی نہیں، بلکہ "اسلام" ہی کی صدا تھی، اور پھر جب اس کے جواب میں اسماعیل نے کہا کہ:

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ،

اے باپ! یہ تو گویا اللہ کی مرضی اور اس کے حکم کا اشارہ ہے۔ پس جو اس کا حکم ہے اس کو بلا تامل انجام دیجیے اگر اسی خدا کی مرضی ہوئی تو

رب کی طرف "قلب سلیم" کے ساتھ منتقل ہوئے) اور پھر سورہ شعرا کے چوتھے رکوع میں حضرت ابراہیم نے آذر کی طرف اشارہ کرتے دعا مانگی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۔ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔

وہ آخری روز ... جبکہ نہ تو مال و دولت کام دے گا اور نہ اہل و عیال کام آئیں گے (یعنی کوئی ... اور شے مفید نہ ہو گی) مگر صرف وہ کامیاب ہوگا جس کے پہلو میں "قلب سلیم" ہے۔

یہی "قلب سلیم" تھا جس پر اجرام سماویہ کے مدہش مناظر فتح نہ پا سکے اور اس نے ابراہیم کے دل کے اندر فاطر ملکوت السموات و الارض کے وجود پر شہادت دی۔

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

ابراہیم نے اپنی قوم کو جواب میں کہا کہ ... آسمان و زمین کا فاطر ... نے ان کو پیدا کیا ... تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں اس کے وجود پر شہادت دیتا ہوں۔

کہتے کہ اس کے حریم محبت کی ساری آرائش دوستوں کے خون کے چھینٹوں
اور مضطرب لاشوں کی تڑپ سے ہی ہے۔ دوستوں کو کٹواتا ہے مگر
دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔ باپ کے ہاتھ میں چھری دیتا ہے کہ بیٹے کو قتل
کرے۔ اور بیٹے سے کہتا ہے کہ خوش خوش گردن جھکا دے کہ یہاں
جان دینا ہی نہیں بلکہ جان دینے کے روز عیش و نشاط سمجھنا بھی شرط ہے۔

آہ! ایں چہ دوستیست کہ سرہائے یک گر
خویشاں بریدہ بر رہ قاتل نہادہ اند

ابراہیم کے دل میں اپنی محبت کے ساتھ بیٹے کی محبت گوارا نہ
ہوئی، اور اسماعیل کے پہلو میں اپنے گھر کو دیکھا تو محبت نفس و
جان کی پرچھائیں نظر آئی۔

عشق است و ہزار بدگمانی

غیرت الہی نے اس کو بھی منظور نہیں کیا حکم ہوا ہے کہ پہلے محبت
کے مکان کو ایک ہی مکیں کے لیے خالی کر دو، پھر اس طرف نظر اٹھا کر دیکھنا
کہ "الغیرۃ من صفات حضرت الربوبیۃ" محبت کی عشق
آموزی کا پہلا سبق غیرت ہے اور یہی معنی ہیں، اس آیت کریمہ کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ	اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں سے
یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ	درگزر کر سکتا ہے، مگر اس کو

آپ دیکھ لیں گے۔ کریں صبر کرنے والوں میں سے ہوں ۔

تو یہ بھی اسماعیل کی نہیں، بلکہ "اسلام" ہی کی صداقتی، پھر جب باپ نے بیٹے کو مینڈھے کی طرح سختی سے پکڑ کے زمین پر گرادیا، تو وہ اسلام ہی کا ہاتھ تھا جو ابراہیم کے اندر سے کام کر رہا تھا، اور جب بیٹے نے شوق و ذوق کے ساتھ، جو مدتوں کے پیاسے کو آبِ شیریں سے ہوتا ہے، اپنی گردن مضطرب ہو ہو کر چھری سے قریب کرلی، تو وہ حقیقت اسلامی ہی کی محویت کا استیلا تھا، جس نے نفس اسماعیل کو فنا کر دیا تھا، اور اسی فنا سے مقامِ ایمان کو بقا ہے۔

سَلَامٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ﴿﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ

پس سلام ہو حقیقت اسلامی کی قربانی کرنے والے ابراہیم! ہم مقام احسان تک پہنچنے والوں کو (بقائے دوام) کا ایسا ہی بدلہ عطا فرماتے ہیں بے شک وہ ہمارے حقیقی بندوں میں سے تھا۔

غافل مرو کہ تا در بیت الحرام عشق!
صد منزل ست و منزل اول قیامت ست

اللہ اللہ! اس نیرنگ ساز ازل کے کاروبار محبت کی بوقلمونی کو کیا

کے لفظ سے تعبیر کرتا آیا ہوں، یہی دعوت "اسلام" کا وہ عملی نمونہ تھا جس نے سوۂ ابراہیمی کی شکل میں ظہور کیا۔ یہی لفظ "اسلام" کا وہ سنا ہی معنی تھا۔ جس کے روئے مشاہد آرائے کو دستِ خلیل اللہ نے بے نقاب کر دیا۔ یہی وہ لیلائے حقیقت تھی، جس کے محمل وصال پر نفس و حیات کی قربانیوں کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن اس نجدِ خلت کے تاعہد محبت کے لیے مانع نہ ہو سکے۔ اور عشاق حقیقت کے لیے اس کی جلوہ فروشیوں کو عام کر دیا اور یہی وہ اصل اسلامی ہے جس کو قرآن کریم اپنی اصطلاح میں "جہاد فی سبیل اللہ" سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی "اسلام" کی جگہ "جہاد" اور کبھی "مسلم" کی جگہ "مجاہد" بولتا ہے اور پھر یہی وہ "اسوۂ حسنہ" ہے جس کی طرف وہ تمام پیروانِ ملت حنیفی کو دعوت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ :-

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۔	بے شک حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں پیروی و اتباع کے لیے ایک بہترین نصب العین اور نمونۂ زندگی ہے۔

اب سمجھ سکتے ہو کہ اسلام کی جس نے ابراہیم اور اسمٰعیل کی زندگی کو یکسر قربانی بنا دیا، اس کو ملت حنیفی کے لیے "اسوۂ حسنہ" بنایا

مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ کبھی معاف نہیں کر سکتا کہ تم اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرو۔

سلطان محبت تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے مگر اس کی عدالت میں دل کی تقسیم کا کوئی قانون نہیں ہے۔ آپ کا دوست ہزار کج ادائیاں کرے آپ کا دل محبت پرست اس کی شفاعت سے باز نہ آئے گا۔ لیکن آپ اس نگاہ محبت نظر سے کیونکر درگذر کر سکتے ہیں جو آپ کی طرف نہیں، بلکہ دوسرے کی طرف اٹھتی ہو؟ آپ کسی کی آنکھوں کی بے مہری کو تو گوارا کر سکتے ہیں، لیکن اس خمار کو کیونکر دیکھ سکتے ہیں جو محبت غیر کی شب بیداریوں سے پیدا ہوا ہو؟ اگر کبھی اس کوچے میں گذر ہوا ہے تو اپنے دل سے پوچھ لیجئے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ البتہ اس مسئلہ کے سمجھنے کے لیے مدرسے سے باہر بھی کچھ سیکھنا ضروری ہے۔

کیں مسئلہ در نسخہ محمود و ایاز است

عود الی المقصود

اب میں اپنے اصل مقصد سے بہت قریب آگیا ہوں۔ یہی آخری حالت وہ حقیقت اصلی تھی جس کو آغاز مضمون سے میں "حقیقت اسلامی"

اپنے توحش کو بھول جائے اور جب کہ آج کل کے ملحدین مسلمین اور متفرنجین
مفسدین کا ایک "حزب الشیطان" بے چین ہے کہ بس چلے تو یورپ
سے درجہ تقرب عبودیت حاصل کرنے کے لیے (تحریف الکلم عن
مواضعہ) کے بعد سرے سے اس لفظ کو قرآن سے نکال دے تو پھر یہ
کیا ہے کہ میں نہ صرف "جہاد" کو ایک رکن اسلامی، ایک فرض دینی ایک حکم
شریعت بتلاتا ہوں، بلکہ صاف صاف کہتا ہے کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد
ہے دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسلام سے اگر "جہاد" کو الگ کر لیا جائے تو
وہ ایک لفظ ہوگا جس میں معنی نہیں ہے۔ ایک اسم ہوگا جس کا مسمیٰ نہیں
ہے۔ ایک قشر محض ہوگا جس سے مغز نکال لیا گیا ہے۔ پھر کیا میں ان تمام
اعمال صالحین متفرنجین کو غارت کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے تطبیق
بین التوحید و التثلیث یا اسلام اور مسیحیت کے عقائد اتحاد کے لیے انجام
دئے ہیں جو وہ اصلاح جدید کی شان دار عمارتیں جو مغربی تہذیب و شائستگی
کی اراضی مقدس پر کھڑی کی گئی ہیں کیا میں ان کی بنیاد دے کے سود مجاہدین
کو بلاتا ہوں کہ اپنے گھوڑوں کے سموں سے انہیں پامال کر دیں اور پھر کیا
چاہتا ہوں کہ اسلام کی زندگی کا افق جو حریت حیات کی گرد سے پاک
کر دیا گیا تھا۔ مجاہدین کی اڑائی ہوئی خاک سے پھر غبار آلود ہو جائے۔

ہاں! اے غارت گران حقیقت اسلامی! اے دزدان متاع ایمانی

(وانہ لقسم لو تعلمون) کہ "اسلام" اور "جہاد" ایک ہی حقیقت کے دو نام، اور ایک ہی معنی کے لیے دو مرادف الفاظ ہیں اور "اسلام" کے معنی "جہاد" ہیں اور "جہاد" کے معنی "اسلام"، پس کوئی ہستی "مسلم" ہو نہیں سکتی۔ جب تک کہ مجاہد نہ ہو اور کوئی مجاہد ہو نہیں سکتا جب تک کہ مسلم نہ ہو "اسلام" کی لذت اس بدبخت کے لیے حرام ہے جس کا ذوقِ ایمانی لذتِ جہاد سے محروم ہوا اور زمین پر گو اس نے اپنا نام مسلم رکھا ہو لیکن اس کو کہہ دو کہ آسمانوں میں اس کا شمار کفر کے زمرے میں ہے۔

فَالْجِہَادَ! اَلْجِہَادَ! اَلْجِہَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ! اَیُّہَا الْمُسْلِمُوْنَ الْغٰفِلُوْنَ عَنْ حَقِیْقَۃِ الْاِسْلَامِ وَالْجِہَادِ! وَاللّٰہُ اَکْبَرُ! اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ!

جب کہ ایک دنیا "لفظ جہاد" کی دہشت سے کانپ رہی ہے جب کہ عالم مسیحی کی نظروں میں یہ لفظ ایک عفریت مہیب یا ایک حربہ بے امان ہے جب کہ اسلام کے مدعیان حمایت نصف صدی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کفر کی رضا کے لیے اسلام کو مجبور کریں کہ اس لفظ کو لغت سے نکال دیں جب کہ بظاہر انہوں نے کفر اور اسلام کے درمیان ایک راضی نامہ لکھ دیا کہ اسلام لفظ جہاد کو بھلا دیتا ہے۔ کفر

تَسۡتَرۡضِعُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ	دودھ پلواؤ تو اس میں بھی تم پر
فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِذَا	کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دستور کے
سَلَّمۡتُمۡ مَّاۤ اٰتَيۡتُمۡ	مطابق ان کی ماؤں کو جو دینا کیا تھا
بِالۡمَعۡرُوۡفِ	وہ ان کے "حوالے کردو"۔

اس آیت میں "مسلمتم" حوالہ کر دینے کے معنی میں صاف ہے۔ اسی طرح بمعنی اطاعت وانقیاد وگردن نہادن کے بیسوں جگہ فرمایا ہے:۔

وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِى	اس آسمان وزمین میں کوئی نہیں
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ	جو چاروناچار دین الٰہی کا حکم بردار
طَوۡعًا وَّكَرۡهًا	اور مطیع ومنقاد نہ ہو۔
وَقَالَتِ الۡاَعۡرَابُ	اور یہ جو عرب کے دیہاتی کہتے ہیں
اٰمَنَّا قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا	کہ ہم ایمان لائے تو ان سے کہہ دو
وَلٰـكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا	کہ تم ابھی ایمان نہیں لائے۔

دیکھو ناکہ وہ دل کے اعتقاد کامل کا نام ہے جو تمہیں نصیب نہیں؛ البتہ یوں کہو کہ ہم نے اس دین کو مان لیا۔

ہر شے کی اصل حقیقت وہی ہو سکتی ہے جو اس کے نام کے اندر موجود ہو۔ دین الٰہی کی حقیقت، لفظ اسلام کے معنی میں پوشیدہ ہے۔ لفظ اسلام کے معنی اطاعت، انقیاد، گردن نہادن، اور کسی چیز کے حوالے کر دینے کے

(۴)

حقیقتِ اسلامیہ

سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اسلام کی وہ کون سی حقیقت تھی جو حضرت ابراہیم کی زندگی پر طاری ہوئی اور جس کو قرآن کریم نے اُمتِ مرحومہ کے لیے "اسوۂ حسنہ" قرار دیا۔

اسلام کا مادہ لفظ "سلم" ہے جو بلحاظ حرکات مختلف اشکال میں آکر مختلف معنی پیدا کرتا ہے۔ لیکن لغت کہتا ہے کہ "سلم" (بفتحتین) اور "سلام" کے معنی کسی چیز کے سونپ دینے۔ طاعت و انقیاد اور گردن جھکا دینے کے ہیں۔ اس سے "تسلیم" بمعنی سونپ دینے کے اور استسلام (بمعنی انقیاد و اطاع) آتا ہے اور فی الحقیقت لفظ "اسلام" بھی ان ہی معنی پر مشتمل ہے قرآن کریم میں ان معانی کے شواہد اس کثرت سے ہیں کہ ایک مختصر مضمون میں سب کا استقصا ممکن نہیں، تاہم ایک دو آیتوں پر نظر ڈالیے تو یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً احکام طلاق کی آیات میں ایک موقع پر فرمایا۔

وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ — اگر تم چاہو کہ اپنے بچّے کو کسی دایا سے

لیکن کیا دونوں اس حقیقت اسلامی کی طرف داعی نہیں ہیں؟۔

ملکوت السمٰوات والارض اور حقیقت اسلامی کا قانون عام

زمین کو دیکھو جو اپنے گرد وغبار کے اندر ارواح نباتاتی کی ایک بہشت حیات ہے، جس کے ایوانِ جمال سے اس حیات کدۂ ارضی کی ساری دلفریبیاں اور رونق ہے، جس کی غذا بخشی انسانی خون کے لیے سرچشمۂ تولید ہے، اور جو اپنے اندر زندگیوں اور ہستیوں کا ایک خزانۂ لازوال رکھتی ہے۔ کیا اس وسیع سطح حیات پرور پر ایک ہستی بھی ہے، جو اس حقیقت اسلامی کے قانون عام سے مستثنیٰ ہو؟ کیا اس کی کائنات نباتاتی کا ایک ایک ذرہ خدائے اسلام کے قائم کئے ہوئے حدود و نوامیس کا مسلم یعنی اطاعت شعار نہیں ہے؟۔

بیج جب زمین کے سپرد کیا جاتا ہے، تو فوراً لے لیتی ہے، کیونکہ اس کے بنانے والے نے اس کو ایسا ہی حکم دیا ہے، پھر اگر تم وقت سے پہلے واپس مانگو، تو نہیں دے سکتی۔ کیونکہ اس کا سر خدا کے آگے جھکا ہوا ہے اور خدا نے ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے (ولکل اجل کتاب) پس محال ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرے اور حقیقت اسلامی کے قانون عام کی مجرم ہو۔

قانون الٰہی نے زمین کی قوت نامیہ کے ظہور کے لیے مختلف دور مقرر کر دیئے ہیں اور ہر دور کے لیے ایک وقت خاص لکھ دیا ہے۔ زمین کی درستگی

ہیں، پس اسلام کی حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان اپنے پاس جو کچھ رکھتا ہے۔
خدائے تعالیٰ کے حوالے کر دے، اس کی تمام قوتیں، اس کی تمام خواہشیں، اس
کے تمام جذبات، اس کی تمام محبوبات غرض کہ سر کے بالوں کی جڑ سے لے کر
پاؤں کے انگوٹھے تک، جو کچھ اس کے اندر ہے، اور جو کچھ اپنے سے باہر اپنے
پاس رکھتا ہے، سب کچھ ایک لینے والے کے سپرد کر دے، وہ اپنے تمام
قوائے جسمانی و دماغی کے ساتھ خدا کے آگے جھک جائے اور ایک مرتبہ ہر
طرف سے منقطع ہو کر اور اپنے تمام رشتوں کو توڑ کر اس طرح گردن رکھ دے
کہ پھر کبھی نہ اٹھے، نفس کی حکومت سے باغی ہو جائے، اور احکام الٰہیہ کا
مطیع و منقاد۔"

یہی وہ حقیقت اسلامی کا قانون فطری ہے جو تمام کائنات عالم میں
جاری و ساری ہے۔ اس کی سلطنت سے زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی باہر
نہیں۔ ہر شے جو اس حیات کدۂ عالم میں وجود رکھتی ہے اپنے اعمال طبعی
کے اندر اس حقیقت اسلامی کی ایک مجسم شہادت ہے، کون ہے، جو اس
کی اطاعت وانقیاد سے آزاد، اور اس کے سامنے سے اپنے جھکے ہوئے
سر کو اٹھا سکتا ہے، اس نے کہا کہ میں "کبیر المتعال" ہوں، پھر کون
سی ہستی ہے جو اس کی کبریائی و جبروت کے آگے اپنے اندر اسلامی انقیاد کی
ایک صدائے عجز نہیں رکھتی؟ زمین پر ہم چلتے ہیں اور آسمان کو دیکھتے ہیں

سائے میں زندہ رہ سکے، کیوں؟ اس لیے کہ پانچ سال کے اندر اس کا حدِ بلوغ کو پہنچنا، اور دھوپ کی تیزی میں اس کا نشو و نما پانا، شریعت الٰہی نے مقرر کر دیا ہے۔ بس وہ مسلم ہے اور حقیقت اسلامی کا قانونِ عام اس کو سرکشی اور خلاف ورزی کا سر اٹھانے نہیں دیتا۔

وَلَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوۡنَ ۔

اور جو کچھ آسمان میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب اسی کا ہے۔ اور سب اس کے حکم کے تابع و منقاد ہیں۔

پس فی الحقیقت زمین کے عالم نظم و تدبیر میں جو کچھ ہے حقیقت اسلامی ہی کا ظہور ہے۔

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ

اور زمین میں ارباب یقین کے لیے خدا کی ہزاروں نشانیاں بھری پڑی ہیں۔

یہ سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیاں جو اپنے عظیم الشان دامنوں کے اندر خلعتِ کائنات کی سب سے بڑی عظمت رکھتی ہیں۔ یہ شیریں اور حیات بخش دریا، جو کسی مخفی تعلیم کے نقشے کے مطابق زمین کے اندر گاہ مستقیم اور گاہ پر پیچ و خم راہ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہ خوفناک و قہار سمندر، جس کے بے کنار سطح

کے بعد اس میں بیج ڈالا جاتا ہے آفتاب کی تمازت اس کو حرارت پہنچاتی ہے ابر و ہوا اور موسم و اوقات کی رطوبت اس کی پیوست میں اعتدال پیدا کرتی ہے۔ پانی کا بمقدار مناسب حصول اس کے نشوونما کو زندگی کی تازگی بخشتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک خاص تسویہ و تناسب کے ساتھ اس کو مطلوب ہیں، پھر بیج کے سڑنے اور گلنے، مٹی کے اجزائے نباتاتی کی آمیزش، کونپلوں کے پھوٹنے ان کے بتدریج بلند ہونے اور اس کے بعد شاخوں کے انشعاب اور پتوں اور پھولوں کی تولید، ان تمام مرحلوں سے اس بیج کا درجہ بدرجہ گزرنا ضروری ہے۔ اور ہر زمانے کے لیے ایک حالت اور مدت مقرر کر دی گئی ہے یہی تمام مختلف مراحل و منازل زمین کی پیداوار کے لیے ایک شریعت الٰہیہ ہیں جس کی اطاعت کا قانون نباتات کی ہر روح پر فرض کر دی گئی ہے پھر کیا ممکن ہے کہ زمین ایک لمحہ، ایک منٹ اور ایک سیکنڈ مثال کے لیے بھی اس شریعت کے مسلم ہونے یعنی اس کی اطاعت سے انکار کر دے؟ اور اگر پھر اس کی خلاف ورزی کی جائے، تو کیا ممکن ہے کہ ایک دانہ بھی بار آور ایک پھول بھی شگفتہ ہو؟۔

ایک درخت ہے جو پانچ سال کے اندر پھل لاتا ہے۔ پھر تم کتنی ہی کوشش کرو۔ پانچ مہینے کے اندر وہ کبھی پھل نہ دے گا۔ ایک پھول ہے جس کے پودے کو زیادہ مقدار میں حرارت مطلوب ہے۔ پھر یہ محال ہے کہ وہ

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ؟

اس نے کھاری اور میٹھے پانی کے دو سمندروں کو جاری کیا کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں مگر پھر بھی ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے کیونکہ دونوں کے درمیان اس نے حدِ فاصل قائم کر دی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا

اور وہی قادرِ مطلق ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملایا۔ ایک کا پانی شیریں و خوش ذائقہ اور ایک کا کھارا کڑوا اور پھر دونوں کے درمیان ایک ایسی حد فاصل اور روک رکھ دی کہ دونوں باوجود ملنے کے بالکل الگ رکھتے ہیں۔

اب نظر ذرا اوپر اٹھاؤ اور ممالک السموات کے ان اجرام عظیم کو دیکھو جن کے مرئیاتِ مدہشہ سے یہ سطحِ نیلگوں، اور اک انسانی کا سب سے بڑا منظر تحیر ہے۔ یہ عظیم الشان قہرمان تخلی جو روزنہ ہمارے سروں پر چمکتا ہے، جس کی فیضان بخشی حیات تمیز قرب و بعد سے ماوراء ہے جس کا جذب و انجذاب کائناتِ عالم کے لیے تنہا وسیلہ تنویر ہے اور جس

مہیب کے نیچے طرح طرح کے دریائی حیوانات کی بے شمار اقلیمیں آباد ہیں!
غور کیجیے کہ کیا سلطان اسلام کی حکومت سے باہر ہیں پہاڑوں کی چوٹیوں کے سر
گو بلند ہیں۔ مگر اطاعت کے اسلام شعارانہ سر جھکے ہوئے ہیں۔ زمین کا جو گوشہ
اور سمندر کا جو کنارا ان کو دے دیا گیا ہے۔ ممکن نہیں کہ وہ ایک انچ بھی اس
سے باہر قدم رکھ سکیں۔ ان کے ارتقائے جسمانی کے لیے جو غیر محسوس رفتار
نمو شریعت الٰہی نے مقرر کر دی ہے۔ محال ہے کہ اس سے زیادہ آگے بڑھ سکیں
انقلابات طبیعیہ کا حکم الٰہی۔ ان کو ریزہ ریزہ کر دے، پر وہ اپنی جگہ سے ہل
نہیں سکتے۔ اس طرح دریاؤں اور سمندروں کی طرف کان لگائیے کہ ان
کی زبان حال اسی حقیقت اسلامی کی کیسی عجیب شہادت دے رہی ہے؟
آپ نے سمندروں کے طوفانوں اور موجوں کی صورت میں دیکھا ہے کہ
پانی کی سرکشیاں کیسی شدید ہوتی ہیں؟ لیکن اس سرکش اور مغرور دیو پر جب
حقیقت اسلامی کی اطاعت و انقیاد کا قانون نافذ ہوا تو اس عجز و تذلل کے
ساتھ اس کا سر جھک گیا، کہ ایک طرف میٹھے پانی کا دریا بہہ رہا ہے اور
دوسری طرف کھارے پانی کا بحر ذخار ہے۔ دونوں اس طرح ملے ہوئے
ہیں کہ کوئی شے ان میں حائل نہیں، مگر نہ تو دریا کی مجال ہے کہ سمندر کی
سرحد میں قدم رکھے اور نہ سمندر باایں ہمہ قوت و قہاری اس کی جرأت رکھتا
ہے کہ اپنی سرکشی موجوں سے اس پر حملہ کرے۔

بمنزلہ مرکز قیام وحیات ہے۔ عالم ارضی وسماوی کا کوئی مخلوق نہیں جو اس دین الٰہی کا پیرو نہ ہو، اور آفتاب سے لے کر خاک کے ذرے تک کوئی نہیں جو اس کی اطاعت سے انکار کرے۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ	اسی کے حکم سے سورج اور چاند ایک
وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ	حساب معین پر گردش میں ہیں اور
وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ	تمام عالم نباتات کے سر اس کے آگے
الْمِيْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا	جھکے ہوئے ہیں اور اسی نے آسمان
فِي الْمِيْزَانِ ۔	کو بلندی قرار دیا اور دقانون الٰہی

کا میزان بنایا تاکہ تم لوگ اندازہ کرنے میں حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔

پس نظام شمسی میں جس قدر نظم وتدبیر ہے سب اسی "حقیقت اسلامی" کا ظہور ہے۔ حقیقت اسلامی کی اطاعت وانقیاد نے ہر مخلوق کو اپنے اپنے دائرہ عمل میں محدود کر دیا ہے۔ اور ہر وجود مسخر کئے ہوئے اپنے اپنے فرض کے انجام دینے میں مشغول ہے۔ اگر زمین اپنے محور پر حرکت کرتی ہوئی اپنے دائرے کا چکر لگاتی ہے اگر آفتاب کی کشش اس کو ایک بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتی، اگر ہر ستارہ اپنے اپنے دائرہ حرکت کے اندر رہی محدود ہے، اگر تمام ستاروں کی باہمی جذب محیط ہمیشہ اس تسویہ ومیزان کے ساتھ قائم رہتی ہے کہ عظیم الشان قوتوں

کا قہر حرارت کسی تجلی گاہ حقیقی کا سب سے بڑا عکس وظلال ہے؟ غور کرو تو اپنے اندر حقیقت اسلامی کی کیسی موثر شہادت مبین رکھتا ہے۔ وہ جس کی جبروت وعظمت کے آگے تمام کائناتِ عالم کا سر جھکا ہوا ہے۔ کیسے مسلم شعارانہ انکسار کے ساتھ فاطر السموات کے آگے سر بسجود کہ ایک لمحہ اور ایک عشر دقیقے کے لیے بھی اپنے اعمال وافعال کے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ	کیا مبارک ہے ذاتِ قدوس
فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ	اس کی، جس نے آسمان میں گردش
جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا	سیارات کے، دائرے بنائے اور
وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ،	اس میں آفتاب کی مشعل روشن

کر دی، اور تیز روشن و منور چاند بنایا۔

پھر اسی طرح اور تمام اجرام سماویہ کو دیکھو۔ اور ان کے افعال و خواص کا مطالعہ کرو! ان کے طلوع وغروب، ایاب و ذہاب، حرکت و رجعت جذب وانجذاب، اثر و تاثر اور فعل وانفعال کے لیے جو قوانین رب السموات نے مقرر کر دیئے ہیں، کس طرح ان کی اطاعت وانقیاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں؟ یہی قوانین ہیں جن کو قرآن کریم "حدود اللہ" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور یہی "دین قیم" ہے جو تمام نظام کائنات کے لیے

طَوْعاً وَّ کَرْھًا وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ دین الٰہی کا مسلم یعنی مطیع و منقاد نہ ہو
اور آسمان و زمین پر کب اموقوف ہے، اگر خود اپنے اندر بھی دیکھئے
تو جسم انسانی کا کون سا حصہ ہے جس پر حقیقت اسلامی طاری نہیں
خود آپ کو تو اس کے آگے جھکنے سے انکار ہے لیکن اس کی خبر نہیں کہ آپ
کے اندر جو کچھ ہے اس کا ایک ذرہ کس کے آگے سر بسجود ہے ؟
دل کے لیے یہ شریعت مقرر کر دی گئی ہے کہ اپنے قبض و بسط سے
جسم کے تمام حصوں میں خون کی گردش جاری رکھے کہ اس کا اضطراب و التہاب
ہی روح کے سکون حیات کا ذریعہ ہے۔ نیز حرکت کی ایک مقدار مقرر کر دی
اور خون کے دخل و خرج کے لیے ایک پیمانۂ اعتدال بنا دیا۔ پھر ذرا اپنے
بائیں پہلو پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ اس عجیب و غریب مضغۂ گوشت نے کس
استغراق و محویت کے ساتھ حقیقت اسلامی کا سر جھکا دیا ہے کہ ایک لمحہ کے
لیے بھی اس سے غافل نہیں، اور اگر ایک چشم زدن کے لیے بھی سرکشی کا سر
اٹھائے تو نظام حیات بدنی کا کیا حال ہو؟ اس طرح کارخانۂ جسم کے ایک
ایک پرزے کے تشریحی فرائض پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ آپ کے اندر سر سے
پاؤں تک جس قدر زندگی ہے، اس حقیقت اسلامی ہی کے نظام سے ہے۔
آنکھوں کا ارتسام انعکاس، کانوں کی قوت سامعہ، معدے کا فعل انہضام
اور سب سے بڑھ کر طلسم سرائے دماغ کے عجائب و غرائب، سب اسی لیے کام

کے یہ پہاڑ آپس میں نہیں ٹکراتے، اگران کی حرکت وسیر کی مقدار اور اوقات مقررہ میں طلوع وغروب، ایک ایسا ناممکن التبدیل قانون ہے ۔ جس میں کبھی کمی بیشی نہیں ہوئی اور اگر :-

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا	نہ تو آفتاب کے اختیار میں
اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ	ہے کہ چاند کو جا لے ۔ اور نہ رات
وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ	کے بس میں ہے کہ دن سے پہلے ظاہر
النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي	ہو جائے اور تمام اجرام سماویہ
فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ	اپنے اپنے دائروں کے اندر رہی
	پھیر رہے ہیں ۔

تو پھر اس کے کیا معنی ہیں ؟ کیا یہ اعمال کائنات اس امر کی شہادت نہیں کہ دنیا میں اصل قوت صرف "اسلام" ہی کی قوت ہے اور اس عالم کا وجود صرف اس لیے زندہ ہے ۔ اور حقیقت اسلامی اس پر طاری ہو چکی ہے ۔ ورنہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی اس حقیقت کی حکومت دنیا سے اٹھ جائے تو تمام نظام عالم درہم برہم ہو جائے ۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ	کیا یہ دین الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور کے
حَكَمًا ؟ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ	آگے سر جھکانا چاہتے ہیں ؟ حالانکہ
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمان وزمین میں کوئی نہیں جو اس

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا

تمام آسمان، اور تمام زمینیں اور
جو کچھ ان کے اندر ہے۔ سب کے
سب اسی خدا کی تسبیح و تقدیس
میں مشغول ہیں، اور کائنات میں
کوئی چیز نہیں جو زبان اطاعت
سے اس کی حمد و ثنا اور تسبیح و
تقدیس نہ کرتی ہو مگر ان کی اس
آواز کو نہیں سمجھتے اور اس پر
غور نہیں کرتے۔

دے رہے کہ "مسلم" ہیں، اور حقیقت اسلامی کے اطاعت شعار۔ آپ کے جسم کی رگوں کے اندر جو خون دوڑ رہا ہے۔ کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ کس کے حکم کی سطوت و جبروت سے جو اس رہ نورد لیل و نہار کو دوڑا رہی ہے۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ "	اور اگر باہر کی طرف سے تمہاری آنکھیں نہیں ہیں تو کیا اپنے نفس کے اندر بھی تم نہیں دیکھتے۔

اور یہی اشارہ ہے جو اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ	ہم اپنی نشانیاں عالم کائنات کے مختلف اطراف و جوانب میں بھی دکھلائیں گے اور انسان کے اندر بھی یہاں تک کہ بات ہویدا ہو جائے گا کہ دین الٰہی برحق ہے۔

اور یہی حقیقت اسلامی کی وہ اطاعت شعاری ہے جس کو لسان الٰہی نے عالم کائنات کی تسبیح و تقدیس سے تعبیر کیا ہے۔
کیونکہ فی الحقیقت اس عالم کا ہر وجود اپنے فنا کے اسلامی کی زبان حال سے اس سبوح و قدوس کی عبادت میں مشغول ہے۔

تعالیٰ کے صفات کاملہ کا مظہر اور زمین پر اس کا خلیفہ قرار پایا، اس نے جب اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دیا، تو اللہ نے ان تمام مخلوقات ارضیہ کو جن کے سر ان کے آگے جھکے ہوئے تھے حکم دیا کہ اسی جھکنے والے کے آگے تم بھی جھک جاؤ۔ کہ من تواضع اللہ رفع اللہ۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ آدَمَ	اور ہم نے شرف و کرامت عطا فرمایا
وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	نسل انسانی کو اور تمام خشکی و تری
وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ	کی چیزوں کو حکم دیا کہ اس کے مطیع

ہو جائیں اور اس کو اٹھائیں اور اس کے لیے دنیا میں بہترین اشیاء پیدا کریں۔

حقیقت اسلامیہ کا ضد حقیقی یا قوت شیطانی

کائنات کی ہر مخلوق نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ کیونکہ ان کے سر تو ان کے آگے جھکے ہوئے تھے۔ پر ایک شریر ہستی تھی جس نے غرور و تکبر کے ساتھ سر اٹھایا اور انسان کی اطاعت سے انکار کر دیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ	اور جب تمہارے پروردگار نے
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا	ملائک کو حکم دیا کہ نوع آدم کے آگے
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ	اطاعت کے سر جھکا دو تو سب
اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ	جھک گئے مگر ایک ابلیس تھا جس

(۴)

خلافتِ انسانی اور حقیقتِ اسلامی

اور یہی وہ عہد و میثاق عبودیت تھا جس کا اقرار صحبت ازل کے ہر جرعہ نوش جام "بلیٰ" سے لیا گیا اور حقیقت اسلامی کی محویت اوّل نے سب کی زبان سے بے اختیارانہ انقیاد کرا لیا:۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ	اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے
بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ	پروردگار نے بنی آدم سے اس
ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَ	کی ذریت (بصورت تعین او) نکالا
هُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ	اور ان کے مقابلے میں خود انہی
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی ۚ	سے شہادت دلا دی، اس طرح کر

ان سے پوچھا، کیا میں تمہارا آمر و حاکم اور رب الارباب نہیں ہوں؟ سب نے اطاعت کے سر جھکا دیئے کہ بے شک، تو ہی مستحق اطاعت ہے اور اسی حقیقت اسلامی کے سر جھکانے کا نتیجہ وہ سربلندی ہے جو انسان کو تمام مخلوقات ارضیہ میں حاصل ہے اور جس کی وجہ سے وہ اللہ

اِلَّا قَلِيْلًا ، ضلالت سے اس کی تمام نسل کو تباہ
کردوں، البتہ وہ تھوڑے سے لوگ جن پر میرا جادو نہ چلے گا میری حکومت
سے باہر رہ جائیں گے۔

لیکن خدائے تعالیٰ نے یہ کہہ کر جھڑک دیا کہ:۔

اِذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔

جادور ہو! جو شخص نسلِ آدم میں سے تیری متابعت کرے گا اس کے لیے عذاب جہنم کی پوری سزا ہوگی۔ ان میں سے جن جن کو تو اپنی پُر فریب صداؤں سے بہکا سکتا ہے "بہکا لے" ان پر اپنی فوج کے سواروں اور پیادوں سے چڑھائی کردے، ان کی مال و دولت اور اولاد و فرزند میں شریک ہوکر اپنا حصہ لگالے اور ان سے جتنے جھوٹے وعدے کرسکتا ہے کرے۔ شیطان کے وعدے محض دھوکے اور فریب سے زیادہ نہیں ہیں۔

پھر یہی ہے جس کو خواہ تم اپنے سے خارج سمجھو یا خود اپنے اندر تلاش کرو۔ اس کے حکم ضلالت کے احکام دونوں جگہ جاری ہیں۔ وہ کبھی تمہاری

مِنَ الْکٰفِرِیْنَ — نے انکار کیا اور کبر و غرور کا سر اٹھا اور وہ یقیناً کافروں میں سے تھا۔

... من الکافرین" کیونکہ اسلام کے معنی جھکنے کے ہیں اور کفر نام ہے سرکشی کا "ابلیس" نے جھکنے سے انکار کیا اور سرکشی سرا ٹھایا۔ پس "وہ ضرور کافروں میں سے تھا"

یہی ایک شریر طاقت ہے جو تمام سرکشیوں اور ہر طرح کے ظلم و طغیان کا عالم میں مبدء ہے۔ یہی وہ تاریکی کا اہرمن ہے، جو یزدانی نور و ضیا کے مقابلے میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ یہی وہ ... ضلالت ہے جو انسان کے پاؤں میں اپنی اطاعت کی زنجیریں ڈال کر اس کو اسلامی اطاعت سے باز رکھتا ہے۔ یہی وہ ابوالکفر ہے جس کی ذریت انسان کے محبرائے دم کے اندر ... اپنی ضلالت کے لیے راہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور یہی وہ اسلام کی حقیقت کا اصل ضد، اور اس کی قوت ہدایت کا قدیمی دشمن ہے جس نے اپنے کفر کے پہلے ہی دن کہہ دیا کہ:

قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗ — شیطان نے آدم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی ہے جس کو تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے۔ لیکن تو مجھ کو روز قیامت تک مہلت دے، تو میں اپنی قوت

پس ایک دل کے سر بھی دو چوکھٹوں پر نہیں جھک سکتے، اور دنیا میں دل ہی ایک ایسا جوہر ہے جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی یا وہ قوتِ شیطانی کا مطیع و منقاد ہوگا، یا قوت رحمانی کا یا وہ شیطان کا عبادت گزار ہوگا یا خدائے رحمان کا، اور عبادت و پرستش سے مقصود یہی ہے کہ پتھر کا ایک بت تراش کر اس کے آگے سر بسجود ہو۔ یہ وہ ادنی شرک ہے جس سے قریش مکہ کا خیال بھی بلند تھا، بلکہ ہر وہ انقیاد، ہر وہ سخت و شدید انہماک، اور وہ استغراق و استیلا، جو حقیقت اسلامی کے انقیاد اور محبت الٰہی پر غالب آجائے اور تم کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لے کہ جس کی طرف تمہیں کھینچنا تھا اس کی طرف سے گردن موڑلو، درحقیقت وہی تمہاری پرستش و عبادت کا بت ہے اور تم اس کے بت پرست اور اصلی و حقیقی شرک کے مشرک۔ یہی سبب ہے کہ حقیقت شناسانِ توحید نے فرمایا۔

من شغلك عن الله فهو مسنمك ومن الهالك فهو مولاك

(جس چیز نے تم کو اللہ سے الگ کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا، وہی تمہارے لئے بت ہے اور تم اس کے پوجنے والے ہوئے خواہ وہ جنت کی ہوس اور حور و قصور کا شوق ہی کیوں نہ ہو)

(رابعہ بصریہ) سے جب پوچھا کہ ما الشرك؟ شرک کی حقیقت کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ طلب الجنة واعراض عن ربها۔ جنت کی

رگوں کے اندر خون میں اپنی ذریات کو اتار دیتا ہے تاکہ تم پر اندر سے حملہ کرے۔ کبھی باہر سے اگر تمہارے دماغ و حواس پر قابض ہو جاتا ہے تاکہ تم کو اپنے آگے جھکا کر خدا کے آگے جھکنے سے باز رکھے۔ وہ کبھی تمہارے مال و متاع میں کبھی محبت اہل و عیال میں اور کبھی عام محبوبات و مرغوبات دنیویہ میں شریک ہو جاتا ہے اور اسی طرح تمہاری ہر شے خدا کی جگہ اس کے لیے ہو جاتی ہے تم چلتے ہو تو اس کے لیے کھاتے ہو تو اس کے لیے اور پہنتے ہو تو اس کے لیے۔ حالانکہ حقیقت اسلامی چاہتی ہے کہ تم جو کچھ کرو خدا کے لیے کرو۔

ہر تاریکی جو روشنی کو چھپانا چاہتی ہے، ہر سیاہی جو سفیدی کے مقابلے میں ہے۔ ہر تمرد و سرکشی جو اطاعت الٰہی کی ضد ہے اور ہر وہ شے جو حقیقت اسلامی سے خالی ہے یقین کرو کہ شیطان ہے اور دنیا کی ہر لذت اور ہر راحت جس کا انہماک اس درجہ تک پہنچ جائے کہ وہ حقیقت اسلامی کے انقیاد پر غالب آجائے، شیطان کی ذریت میں داخل ہیں اس کے وجود کی نسبت کیوں سوچتے ہو کہ وہ کیسا ہے اور کہاں ہے؟ اس کو دیکھو کہ وہ تمہارے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ مسیح نے کہا کہ ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا اور قرآن کریم کہتا ہے کہ :-

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ	اللہ نے کسی انسان کے پہلو میں
مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ	دو دل نہیں رکھے ہیں بلکہ دل ایک ہی ہے

اور اس کے آگے سر انقیاد جھکا کر اپنے "میثاق بلیٰ" کی تجدید کرے تاکہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور اللہ کا بندہ وہی ہے جو شیطان کا نہیں ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۔

خدا تعالیٰ نے شیطان سے کہا کہ جو "میرے بندے" ہیں، ان پر تیری حکومت نہیں چلنے کی۔ اور خدا اپنے بندوں کی کارسازی کے لیے بس کرتا ہے۔

یہاں ان بندگانِ مخلصین کو جو شیطان کے اثر و استیلا سے محفوظ ہوں، خدا نے اپنی طرف نسبت دی کہ "ان عبادی"، جو لوگ میرے بندے ہیں حالانکہ کون ہے جو اس کا بندہ نہیں ہے؟ مگر مقصود یہ تھا، کہ میرے بندے تو وہی ہیں۔ جو صرف میرے لیے ہیں لیکن جنہوں نے میرے آگے جھک کر پھر اپنے سر کو دوسری چوکھٹوں پر بھی جھکا دیا ہے، تو درا صل انہوں نے بندگی کا رشتہ کاٹ دیا، گو وہ میرے تھے، لیکن اب میرے باقی نہیں رہے کیونکہ انہوں نے توحید محبت کو شرکت غیر سے محفوظ نہیں رکھا (افسوس کہ یہ موقع اس بیان کی تشریح و تفصیل کا مقتضی نہیں، اور مطالب اصل منتظر رجوع)

رجوع الی المقصود

طلب کرنا اور مالک جنت کی طرف سے غافل ہو
کہ قرآن کریم نے ہوائے نفس کو معبود و الہ کے لف

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ آیا تم ا
هَوٰىهُ ؟ جس نے
بنا لیا۔

اور کس قدر میرے مطلب کو واضح تر کر
کی وہ آیت جیب فرمایا کہ:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰا کیا ہم نے
بَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا اس کا عہ
الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ کی پوجا
عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وَّاَنِ ایک دشم
اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا ہی عبادر
صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ حقیقی راہ

یہاں شیطان کی اطاعت کو بندگی اور عبا
کیا، اور عبادت الٰہی کے اس عہد میثاق کو یاد دلا
کے سوال کے جواب میں تمام بنی آدم سے لیا جا چکا
یہ چاہتی ہے کہ انسانی قوت شیطانی سے باغی ہو کر

ہے اور آزمائشوں اور امتحانوں کی کثرت سے اس کا ضمیر اور دل ایک دائمی شکست سے مجبور رہے۔ اہل و عیال، عزت و جاہ، مال و دولت کے "قناطیرِ مقنطرہ"، اور تمام وہ چیزیں جن کو قرآن زینتِ حیات سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کے کمزور دل کے لیے اپنے اندر ایک ایسی پرکشش سوال رکھتی ہیں، جس کو رد کرنا اس کے لیے سب سے بڑی آزمائش ہو جاتا ہے

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ	انسان کی حالت اس طرح کی
الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ	واقع ہوئی ہے کہ اس کے لیے
وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ	دنیا کی مرغوب چیزوں مثلاً
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ	اہل و عیال، سونے چاندی کے
وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ	ڈھیر، عمدہ گھوڑے، مویشی اور
الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ	کشت کاری میں بڑی وابستگی
وَالْحَرْثِ ۔	ہے۔

پس انقیاد اسلامی کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی جنس دو جہان کے بہت سے خریدار نہ بنائے۔ بلکہ ایک ہی خریدار سے معاملہ کرے وہ ان مانگنے والوں میں سے جن کے ہاتھ اس کی طرف بڑھے ہوئے ہیں۔ اپنے تئیں بچائے اور اس ایک ہاتھ کو دیکھے جو باوجود اس کی طرح طرح کی بے وفائیوں کے پھر بھی وفائے محبت کے ساتھ اس کی طرف بڑھا ہوا ہے اور گو اس

پس لفظ اسلام کے معنی ہیں کہ چیز کے حوالہ کر دینے، دے دینے اور گردن رکھ دینے کے اور یہی حقیقت دین اسلام کی ہے۔ کہ انسان اس رب الارباب کے آگے اپنی گردن رکھ دے اور اس انقطاع، اور انقیاد حقیقی کے ساتھ گویا اس نے اپنی گردن اس کے سپرد کر دی اور کوئی حق و ملکیت اور مطالبہ اس کا باقی نہیں رہا۔ اب وہ اپنی کسی شے کا خواہ وہ اس کے اندر ہو یا باہر، مالک نہیں رہا۔ بلکہ ہر شے اس قدرت الہیہ کی ہو گئی جس کا نام "اسلام" ہے۔

مہالک و خطراتِ حیات

انسان کے اندر اور انسان کے باہر سینکڑوں مطالبات ہیں جو اس کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ اس کے اندر سب سے بڑے مظہر ابلیس، یعنی نفس کی قوت قاہرہ کا دست طلب بڑھا ہوا ہے اور وہ ہر دم اور ہر لمحے اس کی ہر شے کو اس سے مانگ رہا ہے۔ تاکہ اس کو خدا کی جگہ اپنا لے باہر دیکھتا ہے، تو محبوبات دنیوی اور مہالک حیات کے دام قدم قدم پر بچھے ہوئے ہیں جس طرف جاتا ہے۔ اس سے اس کا قلب و دماغ مانگا جاتا ہے۔ تاکہ اسے خدا سے چھین لیں۔ جذبات اور خواہشوں کے بے اعتدالانہ اقدامات کی فوجوں نے اس کے دماغ کا محاصرہ کر لیا

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ہی غرق مصیبت ہو، مگر پھر بھی
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اس محبت فرما کی رحمت سے نا امید نہ ہو
یقیناً وہ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔ بے شک وہی درگزر کرنے
والا۔ اور اس کی بخشش رحم عام ہے۔

با گناہگار از بگو کم تا نینداز ند دل
من وفائے دوست را در بے وفائی یافتم

اب اس قدر توطیۂ و تمہید کے بعد قرآن کریم کی طرف رجوع کرو کہ
وہ اس حقیقت اسلامی کو بار بار دہراتا ہے یا نہیں؟ اول تو خود لفظ اسلام
ہی اس حقیقت کے وضوح کے لیے کافی ہے، لیکن اگر کافی نہ ہو، تو جس قدر
کہہ چکا ہوں، اس سے زیادہ کہنے کے لیے ابھی باقی ہے۔

قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کا لفظ آیا ہے، غور کیجیے تو اس
حقیقت کے سوا اور کوئی معنے ثابت نہ ہوں گے۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔

اور جس کسی نے اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دیا، یا اپنی گردن اللہ کے حوالے کر دی اور اعمال حسنہ انجام دیئے تو بس دین الٰہی کی مضبوط رسی اس کے ہاتھ آ گئی۔

نے اپنے متاع دل وجان کو کتنا ہی ناقص اور خراب کر دیا ہو، لیکن پھر بھی بہتر سے بہتر قیمت دے کر خریدنے کے لیے موجود ہے اور صدائے محبت مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا۔ سے ہر آن و ہر لمحہ عشق نواز ہر قلب مشتاق ہے۔ یہ خواہ کتنی پیمان شکنیاں کرے، لیکن وہ اپنا عہد محبت آخر تک نہیں توڑتا کہ: اَلَوْ ذُنُبُكَ عِنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اَسْتَغْفِرِیْ لَغَفَرْتُ لَكَ ، اور جس کی وفائے محبت کا یہ حال ہے کہ خواہ تمام عمر اسے کتنا ہی روٹھا ہوا رکھو، لیکن اگر انابت و اضطرار کا ایک آنسو بھی سفارش کے لیے ساتھ جاؤ تو وہ پھر بھی سننے کے لیے تیار ہے اور جس کے دروازے سے خواہ کتنا ہی بھاگو، لیکن پھر بھی اگر شوق کا ایک قدم بڑھاؤ تو وہ دو قدم بڑھ کر تمہیں لینے کے لیے منتظر ہے ؎

عاشقاں ہر چند مشتاق جمال دلبراند
دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق تراند

جس کا دروازۂ قبولیت کبھی بند نہیں، اور جس کے یہاں مایوسی سے بڑھ کر اور کوئی جرم نہیں ؎

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا	اے وہ میرے بندو! کہ گناہوں میں
عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا	ڈوب کر تم نے اپنے نفوس پر سخت
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ	زیادتیاں کی ہیں۔ خواہ تم کیسے

بَصِیْرٌم بِالْعِبَادِ — ہدایت پالی۔ اور اگر انہوں نے گردنیں موڑ لیں، تو وہ جانیں، اور ان کا کام جانے یتمہارا فرض تو حکم الٰہی پہنچا دینا تھا اور اللہ اپنے بندوں کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ تعلیم فرمایا کہو:۔

وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ — اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ ہر طرف منہ پھیر کر اس کے آگے جھک جاؤں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اسلام کے مقابل "ولی" اور "تولی"

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر جگہ اسلام کے ساتھ منکرین اسلام کے لئے "ولی" اور "اعرض" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ "ولی من الشیء" کے معنے لغت میں "اعرض" کے ہیں اور "تولی عنہ" اے "اعرض عنہ" ہر جگہ پاؤ گے، یعنی کسی چیز کی طرف سے منہ موڑ لینا اور گردن پھیر لینی "وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا" اور جب ان میں سے کسی منکر کو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو ہیجان و غرور سے اکڑتا ہوا گردن پھیر کر چل دیتا ہے۔

اسی طرح اور سینکڑوں مقامات میں فرمایا:۔ فان تولوا فقل حسبی اللہ

ایک دوسری جگہ فرمایا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ۔

اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے لیے اپنا سر جھکا دیا (اللہ کے حوالے کر دیا) اور اعمال حسنہ انجام دیئے۔

سورۂ آل عمران کی ایک آیت میں جو اسلام کی حقیقت کی تفصیل و تشریح کے لیے ایک جامع ترین آیت ہے۔ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (دین اللہ کے یہاں صرف ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے) پھر اس کے بعد کہا۔

وَاِنْ حَاجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ، وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ، وَاللّٰهُ

اگر منکرین اس بارے میں تم سے حجت کریں تو کہہ دو کہ میں نے اور میرے پیروؤں نے تو صرف اللہ ہی کے آگے اپنا سر جھکا دیا ہے اور پھر یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب سے پوچھو کہ تم بھی اس کے آگے جھکے یا نہیں؟ سو اگر وہ جھک گئے (یعنی مسلم ہو گئے) تو بس انہوں نے